قُلۡ اِنَّ الۡفَضۡلَ بِیَدِ اللّٰہِ ۚ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیۡمٌ (آل عمران: 74)

روزنامہ

الفضل لندن

مدیر: ابو سعید

Online Edition

ہفتہ 29؍اکتوبر 2022ء | 2؍ربیع الثانی 1444 ہجری قمری | 29؍اخاء 1401 ہجری شمسی | جلد:4 | شمارہ:235

ارشاد باری تعالیٰ

اِنَّمَا یَخۡشَی اللّٰہَ مِنۡ عِبَادِہِ الۡعُلَمٰٓؤُا ؕ اِنَّ اللّٰہَ عَزِیۡزٌ غَفُوۡرٌ ﴿۲۹﴾

(فاطر: 29)

ترجمہ: یقیناً اللہ کے بندوں میں سے اُس سے وہی ڈرتے ہیں جو علم والے ہیں۔ یقیناً اللہ کامل غلبہ والا (اور) بہت بخشنے والا ہے۔

فرمان خلیفہ وقت

ایک حدیث میں آتا ہے کہ اُطۡلُبُوا الۡعِلۡمَ مِنَ الۡمَھۡدِ اِلَی اللَّحۡدِ یعنی چھوٹی عمر سے لے کے، بچپنے سے لے کے آخری عمر تک جب تک قبر میں پہنچ جائے انسان علم حاصل کرتا رہے۔ تو یہ اہمیت ہے اسلام میں علم کی۔ پھر اس کی اہمیت کا اس سے بھی اندازہ لگا لیں کہ اللہ تعالیٰ کے کسی بھی حکم یا دعا پر سب سے زیادہ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عمل کیا اور آپؐ عمل کرتے تھے، اللہ تعالیٰ تو خود آپؐ کو علم سکھانے والا تھا اور قرآن کریم جیسی عظیم الشان کتاب بھی آپ پر نازل فرمائی جس میں کائنات کے سربستہ اور چھپے ہوئے رازوں پر روشنی ڈالی جس کو اُس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کوئی شاید سمجھ بھی نہ سکتا ہو۔ پھر گزشتہ تاریخ کا علم دیا، آئندہ کی پیش خبریوں سے اطلاع دی لیکن پھر بھی یہ دعا سکھائی کہ یہ دعا کرتے رہیں کہ رَبِّ زِدۡنِیۡ عِلۡمًا۔ بہرحال ہر انسان کی استعداد کے مطابق علم سیکھنے کا دائرہ ہے اور اس دعا کی قبولیت کا دائرہ ہے۔ وہ راز جو آج سے پندرہ سو سال پہلے قرآن کریم نے بتائے آج تحقیق کے بعد دنیا کے علم میں آرہے ہیں۔ یہ باتیں جو آج انسان کے علم میں آرہی ہیں اس محنت اور شوق اور تحقیق اور لگن کی وجہ سے آرہی ہیں جو انسان نے کی۔

آج یہ ذمہ داری ہم احمدیوں پر سب سے زیادہ ہے کہ علم کے حصول کی خاطر زیادہ سے زیادہ محنت کریں، زیادہ سے زیادہ کوشش کریں۔ کیونکہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی قرآن کریم کے علوم و معارف دیئے گئے ہیں اور آپؑ کے ماننے والوں کے بارے میں بھی اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ میں انہیں علم و معرفت اور دلائل عطا کروں گا۔ تو اس کے لئے کوشش اور علم حاصل کرنے کا شوق اور دعا کہ اے میرے اللہ! اے میرے رب! میرے علم کو بڑھا، بہت ضروری ہے۔ گھر بیٹھے یہ سب علوم و معارف نہیں مل جائیں گے اور پھر اس کے لئے کوئی عمر کی شرط بھی نہیں ہے۔ تو سب سے پہلے تو قرآن کریم کا علم حاصل کرنے کے لئے، دینی علم حاصل کرنے کے لئے ہمیں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو بے بہا خزانے مہیا فرمائے ہیں ان کو دیکھنا ہوگا۔

(خطبہ جمعہ 18؍جون 2004ء بحوالہ خطبات مسرور جلد 2 صفحہ 406-407)

اس شمارہ میں

- بارگاہِ رسالت میں غیر مسلم شاعر کا ہدیۂ تبریک (منظوم)
- ماہ ستمبر میں موصول ہونے والی قارئین کی آراء و تبصرے
- سو سال قبل کا الفضل
- دلچسپ و مفید واقعات و حکایات بیان فرمودہ حضرت مصلح موعودؓ
- قرآن کریم میں مذکور حضرت ابراہیمؑ کی شاندار خوبیاں
- صداقتِ مسیح موعودؑ کے دو عظیم الشان معیار
- خدا تعالیٰ کی محبت پانے کا ذریعہ
- جنت کی کہانی

فرمانِ رسولؐ

حضرت کثیر ابن قیسؒ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس دمشق کی مسجد میں بیٹھا ہوا تھا کہ ان کے پاس ایک آدمی آیا اور کہا کہ میں رسول اللہ ﷺ کے شہر مدینہ منورہ سے آپ کے پاس رسول اللہ ﷺ کی حدیث سننے کی غرض سے آیا ہوں۔ آپ کے پاس آنے کی اس کے علاوہ اور کوئی غرض نہیں ہے۔ (یہ سن کر) حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ:

جو آدمی علم حاصل کرنے کے لئے سفر اختیار کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو جنت کے راستہ پر چلاتا ہے۔ فرشتے طالب علم سے راضی ہوتے ہوئے اس کے لئے اپنے پروں کو بچھاتے ہیں۔۔ اور عابد پر عالم کو ایسی ہی فضیلت ہے جیسے کہ چودھویں کا چاند تمام تاروں پر فضیلت رکھتا ہے اور علماء، انبیاء علیہم السلام کے وارث ہیں۔۔۔ انبیاء کا ورثہ علم ہے لہٰذا جس نے علم حاصل کیا اس نے کامل حصہ پایا۔

(سنن ابوداؤد کتاب العلم باب الحث علی طلب العلم)

حضرت سلطان القلمؑ کے رشحات قلم

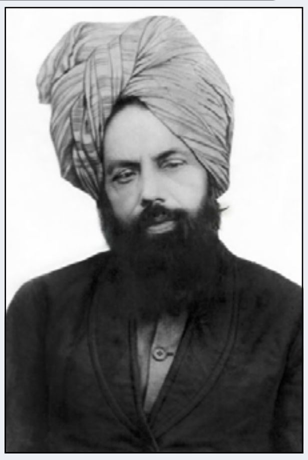

علوم جدیدہ کی تحصیل

مَیں ان مولویوں کو غلطی پر جانتا ہوں جو علوم جدیدہ کی تعلیم کے مخالف ہیں۔ وہ دراصل اپنی غلطی اور کمزوری کو چھپانے کے لئے ایسا کرتے ہیں۔ اُن کے ذہن میں یہ بات سمائی ہوئی ہے کہ علوم جدیدہ کی تحقیقات اسلام سے بدظن اور گمراہ کر دیتی ہے اور وہ یہ قرار دیئے بیٹھے ہیں کہ گویا عقل اور سائنس اسلام سے بالکل متضاد چیزیں ہیں۔ چونکہ خود فلسفہ کی کمزوریوں کو ظاہر کرنے کی طاقت نہیں رکھتے اس لئے اپنی اس کمزوری کو چھپانے کے لئے یہ بات تراشتے ہیں کہ علوم جدیدہ کا پڑھنا ہی جائز نہیں۔ اُن کی رُوح فلسفہ سے کانپتی ہے اور نئی تحقیقات کے سامنے سجدہ کرتی ہے۔

مگر وہ سچا فلسفہ اُن کو نہیں ملا جو الہام الٰہی سے پیدا ہوتا ہے جو قرآن کریم میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے وہ ان کو اور صرف اُنہی کو دیا جاتا ہے جو نہایت تذلّل اور نیستی سے اپنے تئیں اللہ تعالیٰ کے دروازے پر پھینک دیتے ہیں۔ جن کے دل اور دماغ سے متکبّرانہ خیالات کا تعفّن نکل جاتا ہے اور جو اپنی کمزوریوں کا اعتراف کرتے ہوئے گِڑ گڑا کر سچی عبودیت کا اقرار کرتے ہیں۔

پس ضرورت ہے کہ آج کل دین کی خدمت اور اعلائے کلمۃ اللہ کی غرض سے علوم جدیدہ حاصل کرو اور بڑے جدوجہد سے حاصل کرو۔

لیکن مجھے یہ بھی تجربہ ہے جو بطور انتباہ بیان کر دینا چاہتا ہوں کہ جو لوگ ان علوم ہی میں یکطرفہ پڑ گئے اور ایسے محو اور منہمک ہوئے کہ کسی اہل دل اور اہل ذکر کے پاس بیٹھنے کا ان کو موقعہ نہ ملا اور خود اپنے اندر الٰہی نور نہ رکھتے تھے وہ عموماً ٹھوکر کھا گئے اور اسلام سے دُور جا پڑے اور بجائے اس کے کہ ان علوم کو اسلام کے تابع کرتے اُلٹا اسلام کو علوم کے ماتحت کرنے کی بے سود کوشش کر کے اپنے زعم میں دینی اور قومی خدمات کے متکفّل بن گئے۔ مگر یاد رکھو کہ یہ کام وہی کر سکتا ہے یعنی دینی خدمات وہی بجا لا سکتا ہے جو آسمانی روشنی اپنے اندر رکھتا ہو۔

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ 43 ایڈیشن 1988ء)

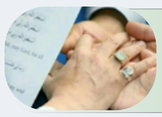

دربارِ خلافت

اعمال کا دار و مدار نیتوں پر ہے

اتوار (مؤرخہ 26/ جون 2022ء) سڈنی آسٹریلیا کے خدام بیت الہدیٰ میں جمع ہوئے جہاں انہیں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ساتھ ورچوئل ملاقات کا شرف نصیب ہوا ان خدام نے مختلف سوالات کے ذریعہ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز سے جو رہنمائی حاصل کی اس کی تفصیل ذیل میں ہے۔ یہ روزنامہ الفضل آن لائن کی 30/ ستمبر 2022ء کی اشاعت میں بھی شامل ہو چکے ہیں۔

سوال: پیارے حضور سوشل میڈیا پر اس طرف بڑھتا ہوا رجان نظر آرہا ہے کہ ایسے احمدی جن کے چھوٹے بچے ہیں وہ اپنے گھروں کو رمضان کیلئے سجاتے ہیں۔ جیسے نماز پڑھنے کی جگہ کو سجانا اور اس کے نیچے تحائف رکھنا اور عید کے انتظار میں بچوں کے لیے کیلنڈر کی اس طرز پر تیاری کرنا جیسے عیسائیت میں کیلنڈر تیار کیا جاتا ہے۔ پیارے حضور ہم اپنے بچوں کو ایسے کاموں سے کیسے روک سکتے ہیں؟

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: ’’دیکھیں آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ اعمال کا دار و مدار نیتوں پر ہے عمل کے پیچھے کیا نیت ہے؟ اگر تو وہ رمضان میں اپنے گھروں کو اس لئے سجاتے ہیں تا کہ اپنے بچوں کو رمضان کی اہمیت سمجھا سکیں تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ اگر تو انہوں نے اپنے کیلنڈر رمضان کے روزوں کو گننے کیلئے یعنی پہلا، دوسرا، تیسرا، چوتھا اور پانچواں روزہ وغیرہ بنائے ہیں۔ بچوں کو بتانے کی خاطر کہ پہلا، دوسرا، تیسرا، چوتھا روزہ ہے اور 29 یا 30 دنوں بعد ہم عید منائیں گے جو بڑی اہمیت رکھتی ہے۔ تب بچے عید کی اہمیت کے بارہ میں پوچھیں گے۔ تو پھر آپ ان کو بتا سکتے ہیں جو آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ ہمیں نماز عید میں شامل ہونا چاہیے۔ یہاں تک کہ ایسی عورتیں جن کو مسجد میں نماز کی ادئیگی کے لئے جانے کی اجازت نہیں بھی ہے۔ تو ان کو بھی مسجد میں عید کا خطبہ سننے کیلئے جانا چاہیے۔ بلکہ نماز گاہ کے باہر بھی بیٹھا جا سکتا ہے تاہم یہ ہر ایک پر فرض اور لازم ہے اور جب وہ دنوں کو گن رہے ہوں تو آپ ان کو بتا سکتے ہیں کہ روزہ کیا ہے اور اسلام میں 30 روزے کیوں رکھے جاتے ہیں؟ اور روزہ کیا ہے؟ اور یہ سابقہ انبیاء کی تمام امتوں پر ان کے اپنے دور میں فرض تھے جیسا کہ قرآن میں بھی اس کا ذکر ہے۔ مگر ان کا روزہ رکھنے کا طریق مختلف تھا۔ اگر تو یہ نیت ہے کہ رمضان اور عید سے متعارف کروایا جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ البتہ اگر صرف نقل کرنا مقصود ہے کہ چونکہ عیسائی ایسا کرتے ہیں۔ اس لیے ہمیں بھی ایسا کرنا چاہیے اور آپ (بچوں) کو روزے کا پس منظر نہیں بتاتے، روزوں اور عید کی اہمیت نہیں بتاتے تو پھر یہ غلط ہے۔ تو اس میں ایک لطیف فرق ہے۔ ہم ایسا نہیں کہہ سکتے کہ ایک شخص نے اس نیت سے ایسا کیا ہے۔ اگر تو وہ شخص کہتا ہے کہ میری نیت نیک تھی تو ہمیں یہ کہنے کا حق نہیں کہ ’’نہیں تم غلط ہو، میں جانتا ہوں کہ تمہاری نیت نیک نہیں ہے۔‘‘ آپ اور ہم تو خدا نہیں۔ اللہ بہتر جانتا ہے۔ کٹر نہ بنیں۔‘‘

سوال: پیارے حضور کرونا وائرس کی وبا اس غرض کے لیے بھی تھی کہ لوگ اپنے خالق حقیقی کے قریب ہوں۔ تو پیارے حضور آپ کو لگتا ہے کہ ہماری اصلاح ہوئی ہے۔ اگر نہیں۔ تو مستقبل میں اس سے بھی بڑی آزمائش کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے؟

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: ’’آپ کو کوئی خواب آئی ہے؟ کوئی الہام ہوا ہے کہ کرونا کی وبا اس لیے تھی کہ خالق حقیقی کے قریب ہوں؟‘‘ خادم نے جواب دیا: ’’نہیں حضور!‘‘ حضور نے فرمایا ’’مجھے تو نہیں پتہ۔ ہاں۔ کوئی بھی بیماری آتی ہے، کوئی بھی وبا پھیلتی ہے کوئی بھی مشکل آتی ہے، کوئی بھی تکلیف آتی ہے تو جو اللہ تعالیٰ کی طرف جھکنے والے لوگ ہیں۔ ان کو یہ احساس پیدا ہوتا ہے کہ ہاں، یہ چیزیں آئی ہیں تو ہم اللہ تعالیٰ کے قریب ہوں، اپنے خالق کے قریب ہوں اس کے آگے جھکیں اور ان تکلیفوں، ان دکھوں، ان پریشانیوں سے بچنے کے لیے دعا کریں۔ تو یہ عمومی چیز ہے۔ اسی طرح کرونا بھی آیا اور یہ pandemic تھا۔ یہ پوری دنیا میں پھیل گیا اور اس سے جو نیک لوگ تھے، جن کی فطرت نیک تھی، جو مذہبی رجحان اور خیالات رکھنے والے تھے ان کا جھکاؤ اللہ تعالیٰ کی طرف ہوا۔ جو نہیں تھے ان کا نہیں ہوا۔ بعض اللہ کی طرف توجہ نہ رکھنے والے بھی اللہ کی طرف جھکے۔ مغربی ملکوں میں بھی، غیر مسلموں میں بھی، لیکن بہت سارے ایسے ہیں جنہوں نے کہا یہ تو بیماری ہے۔ آئی اور گزر گئی۔ یا ابھی بھی آرہی ہے تو گزر جائے گی۔ تو ہم اس کو flue کی طرح لیتے ہیں۔ جس طرح flue ہوا تھا۔ اس سے لوگ مرتے تھے تو ہم بھی مر جائیں گے۔ جب ایک دن مرنا ہی ہے۔ ان کو پرواہ ہی نہیں ہے۔ ان کی کیا اصلاح ہونی ہے۔ اصلاح تو اسی کی ہوتی ہے جو خدا پر یقین رکھتا ہے۔ یا کچھ نہ کچھ خوف خدا دل میں پیدا ہو جاتا ہے۔ یا جس کی کوئی فطرت نیک ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے دل میں ڈال دیتا ہے۔ باقی آزمائشیں تو آتی رہیں گی، زلزلے بھی آئیں گے، بیماریاں بھی آئیں گی، طوفان بھی آئیں گے اور اللہ تعالیٰ اسی طرح لوگوں کو احساس دلاتا رہتا ہے۔ ابھی جو پچھلے دنوں میں اتنے بڑے سیلاب آتے رہے۔ ہسٹری میں کئی decades تک آسٹریلیا میں نہیں آئے؟ اس میں نقصان ہوا۔ کبھی drought آتا ہے تو جنگلوں میں آگ لگ جاتی ہے تو وہ بھی تو تباہی ہے۔ امریکا میں آجکل ایسی گرمی پھیلی ہوئی ہے کہ آگیں لگ رہی ہیں۔ آسٹریلیا بقیہ صفحہ 15 پر

بارگاہِ رسالت میں غیر مسلم شاعر کا ہدیۂ تبریک

نعت گوئی صنفِ شاعری کی قدیم ترین اصناف میں سے ایک ہے۔ اگر غور کیا جائے تو نعت کی صنف قرآنِ کریم میں بھی موجود ہے۔ لیکن قرآن کریم شاعری کی کتاب نہیں۔ نعت گوئی شاعری ہے۔ فنِ نعت گوئی کے بانی آنحضرت ﷺ کے مربی و چچا حضرت ابو طالب ہیں۔ حضرت ابو طالب نے نعت گوئی کی شروعات کی۔ حسّان بن ثابتؓ نے اسے اپنے خونِ جگر سے سینچا۔ اس کے برگ و بار نکالے، کعب بن زبیرؓ نے اس میں پھول مہکائے۔ گلریزی و ثمر باری کی ایسی فضا استوار ہوئی کہ مختلف زمانوں میں ہزاروں شعراء مستانہ وار اس چمنِ نعت گوئی کو نور و نگہت سے سجاتے رہے۔

مسلم شعراء کے ساتھ ساتھ غیر مسلم شعراء نے بھی نعت گوئی میں اپنا نام درج کروایا اور بے مثال نعت گوئی کی۔ برِصغیر کے ایک ممتاز غیر مسلم مفکر اور مشہور و معروف شاعر و ادیب کنور مہندر سنگھ بیدی نے مذہبِ اسلام اور پیغمبرِ اسلام کی شانِ اقدس میں جس خلوص، عقیدت اور محبّت کے پھولوں کا نذرانہ پیش کیا وہ قابلِ تحسین ہے۔

(علامہ محمد عمر تماپوری۔ کوآرڈینیٹر مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ، انڈیا)

ہم کسی دین سے ہوں قائلِ کردار تو ہیں
ہم ثناخوانِ شہِ حیدرِ کرّار تو ہیں
نام لیوا ہیں محمد کے پرستار تو ہیں
یعنی مجبور پئے احمدِ مختار تو ہیں

عشق ہو جائے کسی سے کوئی چارا تو نہیں
صرف مسلم کا محمدؐ پہ اجارا تو نہیں

میری نظروں میں تو اسلام محبت کا ہے نام
امن کا، آشتی کا، مہرو مروّت کا ہے نام
وسعتِ قلب کا، اخلاص و اخوت کا ہے نام
تختۂ دار پہ بھی حق و صداقت کا ہے نام

میرا اسلام نیکو نام ہے، بدنام نہیں
بات اتنی ہے کہ اب عام یہ اسلام نہیں

کنور مہندر سنگھ بیدی۔ انڈیا

اداریہ

الفضل کے حوالے سے ماہ ستمبر میں موصول ہونے والی قارئین کی آراء و تبصرے

قسط نمبر 10

• **تاریخ رقم کرنے والا اخبار**

آپ نے جلسہ سالانہ پر آنکھوں دیکھا حال لکھ کر ایک تاریخ محفوظ کر دی ہے۔ جزئیات کی اچھی تصویرکشی کی ہے جزاك الله۔ ہم دور افتادہ ناظرین نے ایم ٹی اے کی برکات سے فائدہ اٹھایا اور پل پل نظریں سکرین پر گاڑے رکھیں۔ جو جلسہ لندن میں ہو رہا تھا وہ دنیا کے نہ جانے کتنے گھروں میں دیکھا جا رہا تھا گویا گھر گھر میں جلسہ ہو رہا تھا۔ ناصر صاحب اور خاکسار عمر کے جس دور سے گزر رہے ہیں۔ یہ سہولت ایک نعمت عظمیٰ ہے۔ سارے پروگرام، انتظامات بغیر کسی مداخلت کے توجہ سے دیکھے اور سنے۔

(امۃ الباری ناصر۔ امریکہ)

• **جلسے کا آنکھوں دیکھا احوال**

آج مؤرخہ 19/ اگست کے شمارے کا پیغام موصول ہوا۔ فہرست میں مذکور ''جلسہ سالانہ یوکے کا آنکھوں دیکھا حال'' کے عنوان نے اپنی طرف جذب کر لیا۔ مضمون شروع کیا تو تحریر کی شائستگی، روانی اور سلاست نے آخری لفظ تک پڑھ کر ختم کرنے پر مجبور کر دیا۔ پی ڈی ایف بھی موصول ہو چکی تھی۔ جو خوبصورت تصاویر سے مزین تھی۔ ہر دو کے لیے ادارے کو جزاکم اللہ کی دعا پیش ہے۔ کارکنان جلسہ کے ساتھ الفضل بھی شکریہ کا مستحق ہے کہ جلسے کے علمی مائدہ اور روحانی ماحول کو قارئین تک پہنچانے میں اہم کردار ادا کیا۔

(ذیشان محمود۔ سیرالیون)

• **جلسہ سالانہ لندن کی رپورٹ میں ہر پہلو اور ہر گوشہ اُجاگر ہوا**

مذہبی طباعت واشاعت کی دنیا میں الفضل آن لائن لندن کی 19/ اگست 2022ء میں جلسہ سالانہ برطانیہ 2022ء کی آپ کی مرتب کردہ رپورٹ انٹرنیٹ پر پڑھنے کی توفیق ملی۔ میں اور میرے ساتھی جو پروفیسر اور اعلیٰ تعلیم یافتہ غیر احمدی ہیں بہت متاثر ہوئے۔ بے حد خوبصورتی کے ساتھ آپ اس کو منظر عام پر لائے ہیں۔ جو لوگ مجبوری میں ایم ٹی اے پر اس پروگرام کو دیکھ نہ سکے ان کے لئے آپ کی یہ کاوش ممنون احسان رہے گی۔ ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے کہ ہم جلسہ سالانہ یوکے 2022ء میں بنفس نفیس شامل ہیں۔ ہے تو یہ اخبار لیکن آنکھوں دیکھا حال کا سماں باندھ رہا تھا۔ ماشاءاللہ بیش بہا پیش رفت ہے۔ اس صورت حال اور اس کی قدر و منزلت کو بیان کرنے کے لئے ہمارے پاس الفاظ نہیں ہیں۔ آپ نے اس بابرکت جلسہ سالانہ کے تمام شعبہ جات کا بہت خوبصورتی سے منظر کشی کر کے تعارف کرایا ہے۔ گویا آپ نے سمندر کو کوزہ میں قید کر دیا ہے۔ شاید آپ کے لئے یہ یقین کرنا مشکل اور مبالغہ ہو گا کہ ایک ہی نشست میں یہ رپورٹ بلکہ سارا اخبار پڑھ ڈالا۔ ایک تو تحریر میں چاشنی پھر جامع و مانع الفاظ کا ذخیرہ جو اردو ادب کی انتہا کو چھو رہا تھا۔ دوسرا ایسا تسلسل کہ مکمل مطالعہ کئے بغیر اٹھنے کو جی نہیں چاہ رہا تھا۔ اب اردو ادب کا معیار کہیں زیادہ بلند ہو چکا ہے۔ ماشاءاللہ آپ کا الفضل آن لائن لندن اس کی جیتی جاگتی تصویر ہے اور آپ کا اداریہ ''عہد کے درد کو بھی کر محسوس'' اور ''گلیاں (money box)'' بچوں اور بڑوں کے لئے بھی سبق آموز ہے۔

الفضل آن لائن لندن مجریہ 8/ ستمبر 2022ء میں آپ کا اداریہ ''سوعافیت ہے اسی میں کہ قافلہ میں رہو'' پڑھنے کو ملا۔ اس اداریہ میں آپ نے نہ صرف اپنی جماعت کو خلافت کی رسی مضبوطی سے تھامے رہنے اور حصار میں رہنے کی تلقین و ترغیب دلائی ہے وہیں پر ملت اسلامیہ کو بھی دعوت فکر دی ہے کہ وہ بھی اپنی زبوں حالی پر غور و خوض کریں۔

(محمد عمر تماپوری۔ کوآرڈینیٹر علی گڑھ مسلم یونیورسٹی۔ انڈیا)

• **زخم ہرے ہو گئے**

مؤرخہ 23/ اگست میں شائع ہونے والے مکرم محمد عمر تماپوری کے مضمون ''خطوط طاہر اور اسیران راہِ مولیٰ'' نے تو دل کے سارے زخم کھول کر رکھ دیے ہیں۔

مؤرخہ 27/ اگست کے شمارہ میں ''سو سال قبل کا الفضل'' اور اس کا عکس دیکھ کر بہت بھلا لگا۔ اللہ تعالیٰ الفضل کو مزید ترقی دے۔

مؤرخہ 31/ اگست 2022ء کو ''ادارہ الفضل آن لائن'' کی طرف سے لجنہ کی تنظیم کے سو سال پورا ہونے پر ''لجنہ اماء اللہ'' کے مقاصد پر جو کتاب تیار کروائی ہے اس کا ایک پرچہ خاکسار کو بھی تحفۃً دیا گیا ہے۔ جزاك الله بہت دلچسپ کتاب ہے۔ اللہ تعالیٰ اس ٹیم کو اور اس کے بنانے میں جس جس نے بھی اپنا حصہ ڈالا ہے اسے اپنی جناب سے اجر عطا کرے۔ آمین۔

(نبیلہ رفیق فوزی۔ ناروے)

• **روحانی لذت سے بھرپور اخبار**

آپ کی ٹیم الفضل آن لائن کو اتنا معیاری، دلچسپ، ایمان افروز اور معلوماتی بنا دیا ہے کہ میرا دل اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ لاریب آپ کی ساری ٹیم کو آج کے ''مردِ خدا'' کی دعا لگی ہے۔ بہت خوش نصیب ہیں آپ لوگ جو حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ کی دعاؤں کے وارث بن رہے ہیں۔ اللّٰھم زد فزد۔

مؤرخہ 23/ اگست 2022ء کا سارا مواد ہی بہت اعلیٰ ہے مگر دو مضامین نے جس روحانی لذت سے گزارا ہے اسے لفظوں میں ادا کرنا ممکن نہیں 1- حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کے رویاء و کشوف 2- خطوط طاہر اور اسیران راہ مولا۔ ان دو مضامین نے اس روحانی لذت کو احیاء نو بخشا ہے۔

(شبیر احمد ثاقب)

• **ایک اہم اداریہ**

آج کل موبائل فون زندگی کا ایک جزو لاینفک بن گیا ہے بالخصوص نوجوان طبقہ کا کہ کسی بھی لمحہ حتی کہ نماز میں بھی وہ اسے جدا نہیں کرنا چاہتے۔ اس تناظر میں آپکا مضمون ''موبائل فون اور آدابِ مساجد'' بہت اہم ہے۔ اللہ کرے کہ فون کے ایسے شیدائی منش بننے کی بجائے ذکر الٰہی کے شیدائی بن جائیں اور آپ کا مضمون ان کے لئے رہنمائی کا ذریعہ بن جائے۔ آمین۔ خاکسار کوشش کرے گا کہ یہ مضمون فرانس کے تمام نوجوانوں تک پہنچ جائے۔

(نصیر احمد شاہد۔ مبلغ انچارج فرانس)

• **عمدہ مضمون**

محترم خواجہ عبدالعظیم صاحب نے 30/ جولائی کے الفضل میں واقعہ کربلا کو تاریخی حوالوں کے ساتھ مبالغہ آمیزی کو بالائے طاق رکھتے ہوئے انتہائی اعتدال اور میانہ روی کے ساتھ تحریر کیا ہے۔ تاریخ کے طالب علم کے لئے انتہائی دلچسپ مضمون اور معلومات ہیں۔ اللہ تعالیٰ الفضل کو اور اچھے اچھے لکھاری عطا فرمائے اور آپ سب کی خدمت کو قبول فرمائے آمین۔

(مبشر احمد عابد)

• **ازدیاد ایمان کا موجب**

مؤرخہ 23/ اگست کے مضمون ''خطوط طاہر اور اسیران راہ مولا'' میں درج خطوط پڑھ کر اس بات پر ایمان بڑھا ہے کہ بہر حال خلیفۃ المسیح ہم خادمان سے بیان سے بڑھ کر دل و جان سے محبت کرتے ہیں۔

(رحمت اللہ بندیشہ۔ جرمنی)

• **قابل ستائش نظم**

13/ اگست 2022ء کے شمارے میں یوم آزادی پاکستان (platinum jubilee) کے موقع پر تین مضامین اور جناب ثاقب زیروی کی نظم قابل ستائش اور آنکھیں کھولنے کے لئے کافی ہیں۔ حضرت مرزا بشیر احمدؓ کا قائداعظم محمد علی جناح کی اچانک اور المناک وفات پر 16/ ستمبر 1948ء کے الفضل میں ایک مضمون شائع ہوا تھا جو کسی وقت دوبارہ شائع ہونا چاہیے۔

مؤرخہ 10/ ستمبر 2022ء کے الفضل میں مضامین (میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا) کے تسلسل میں مبلغ انچارج پرتگال مکرم فضل احمد مجوکہ صاحب کا مضمون پرتگال میں جماعت احمدیہ کا قیام بہت پسند آیا اور جذبات کو انگیخت کرنے کا باعث بنا۔

(ابن الیف آر بسمل)

• **دلچسپ دیدہ زیب مضامین**

مؤرخہ 29/ جولائی کے الفضل میں محرم الحرام کے سلسلہ میں بہت دلچسپ دیدہ زیب مضامین ہیں۔ خصوصاً ''محرم الحرام اور چند دعائیں''۔ جزاکم اللہ خیرا

(نصرت قدسیہ وسیم۔ فرانس)

• **اہم امر کی جانب توجہ**

مؤرخہ 26/ اگست کے روزنامہ الفضل لندن میں ایک نہایت ہی اہم امر کی طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ قرآنی آیت کو الخ..... لکھنے کی بجائے پوری آیت لکھنی چاہیے اسی طرح حضرت رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کیساتھ ''صلعم'' کی بجائے پورا دعائیہ کلمہ صلی اللہ علیہ وسلم لکھنا چاہیے۔ ادارہ الفضل کی یہ درخواست بہت ہی عمدہ اور مناسب ہے۔

(شمس الدین)

• **خواہش کا اظہار**

خاکسار روزانہ الفضل کا مطالعہ کرتا ہے خاص کر پہلے اور آخری صفحے کا۔ اس میں فقہی کارنر، سبق آموز بات اور دعا کا تحفہ بہت اچھے مضامین ہوتے ہیں۔ اس کے علاوہ ہو سکے تو حکایات شیریں یا واقعات بیان فرمودہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام یا خلفاء احمدیت پر ایک سلسلہ بھی شروع کیا جا سکتا ہے اور کچھ سائنسی علمی یا ہنر سکھانے پر مشتمل معلوماتی مضامین بھی شامل کر دیا کریں۔ جزاك الله تعالیٰ۔

(تیمور احمد خان)

• **محرم الحرام کی دعائیں**

آپ نے نئے ہجری سال کی سب کو مبارک دی ہے آپ کو بھی دل کی گہرائی سے بہت بہت مبارک ہو۔ جس محنت و لگن سے آپ کی ٹیم ہمارے لیے کام کرتی ہے اللہ تعالیٰ آپ کو اجر عظیم عطا فرمائے۔ مبارک باد کے ساتھ ہی آپ نے جو محرم الحرام کی دعائیں لکھ دی ہیں مجھے تو بہت فائدہ ہوا ہے۔ میں بہت کچھ سیکھتی ہوں آپ کا اداریہ ہی میرے لئے ایک سبق ہوتا ہے جس سے میں سیکھتی رہتی ہوں۔ اللہ آپ کو جزائے خیر دے آمین۔

(صفیہ بشیر سامی۔ برطانیہ)

• مرغوب ترین اخبار

الحمدللہ! روزنامہ الفضل آن لائن کا باقاعدگی سے مطالعہ کرنے کا موقع ملتا ہے۔ روزانہ خاکسار کے علم میں اضافہ ہوتا ہے۔مضمون نگار بڑے اچھے اچھے مضامین لکھتے ہیں۔ عابد خان صاحب کی ڈائری پڑھ کر دل بہت محظوظ ہوتا ہے کیونکہ ہمارے پیارے آقا کا ذکر ہوتا ہے۔ اسی طرح بنیادی مسائل کے جوابات والے کالم پڑھ کرعلم میں اضافہ ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی پوری ٹیم کو اجرعظیم عطا فرمائے۔ آمین۔

(مظفر احمد ظفر)

• وقت کی ضرورت

مؤرخہ 25/ اگست 2022ء کے الفضل میں آپ کا اداریہ بعنوان ’’رشتہ داریوں کا تقدس و احترام‘‘ پڑھا۔ ایک ایک حرف سچ پر مبنی ہے۔ وہ زمانے اچھے تھے جب رشتے داریوں کا پاس رکھاجاتا تھا۔اللہ کرے ہم قرآنی احکامات کے مطابق اپنے رحمی رشتوں سےحسن سلوک کرنے والے ہوں۔ وہ رحیم خدا ہمیں اس بات کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

آپ کا مضمون بعنوان ’’موبائل فون اور آداب مساجد‘‘ پڑھا۔ اس موضوع پرمضمون کی واقعتاً بہت ضرورت تھی۔

(صدف علیم صدیقی۔ کینیڈا)

• جزاک اللہ

مؤرخہ 29/ جولائی کے شمارے میں ’’محرم الحرام اور چند دعائیں‘‘ پڑھا۔ بہت سی دعائیں اور بہت سی باتیں جو اپنی اصلاح اور بقا کے لیے بنیادی حیثیت وحقیقت رکھتی ہیں وہ لاکھوں کروڑوں غفلت زدہ انسانوں تک پہنچانے کے لئے بہت جزاك اللہ تعالیٰ۔

(صادقہ چوہدری۔ کینیڈا)

• پیارا اخبار

مؤرخہ 28/ جولائی کے شمارے میں مضمون ’’پاک ہونے کا ایک طریق‘‘ جس میں حضرت مسیح موعودؑ کے الفاظ کو پڑھا تو ایمان اور پختہ ارادے گویا نئے سرے سے تازہ ہوئے۔ الحمدللہ۔ روزانہ پیارا الفضل جب پڑھنا شروع کریں تو دل نہیں چاہتا کہ ختم ہو۔ ماشاءاللہ۔ اللہ تعالیٰ تمام الفضل کی ٹیم کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین

(امۃ القیوم صبا خواجہ۔ جرمنی)

ایمان افروز باتوں کے اضافے کا موجب اخبار

الفضل کا ہرشمارہ میرے علم میں بہت سی نئی ایمان افروز باتوں کا اضافہ کر رہا ہے۔ دینی اور دنیاوی بہت سارے علوم کی واقفیت ہو رہی ہے۔ الحمدللہ۔

(آر آر قریشی)

• تسکین قلب کا موجب

الفضل آن لائن کا روزانہ شمارہ پڑھ کر بہت دلی سکون ملتا ہے۔ جب تک پورا الفضل پڑھ نہ لوں اور افادہ عام کے لئے اسے ٹویٹر اور انسٹاگرام کے اسٹیٹس پر نہ لگا لوں، سکون نہیں ملتا۔ بلکہ بعض اوقات کسی مجبوری کی وجہ سے میں الفضل کا مطالعہ کرلوں اور اسٹیٹس پہ نہ لگا سکوں تو بعض غیراز جماعت اور کچھ احمدی توجہ دلاتے ہیں کہ آپ نیک باتیں لگاتی رہا کریں ہمیں اس طرح اچھی باتوں سے آگاہی رہتی ہے۔ ان کو خاکسار پی ڈی ایف میں بھی پورا الفضل بھیج دیتی ہے۔

آپ کے اداریے کمال کے ہوتے ہیں۔ ماشاءاللہ آپ جس طرح ہرموضوع پر روشنی ڈالتے ہیں بات سیدھی دل پہ اثر کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ اتنا اچھا روحانی مائدہ روزانہ بلاناغہ ہم تک بہم پہنچانے کے لئے آپ اور آپ کی تمام ٹیم کی انتھک محنت اور عرق ریزی صاف نظر آتی ہے۔سو وہ سب مبارک باد کے مستحق ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس لگاتار محنت کے لئے سب کی خود جزا بن جائے۔آپ سب کی سعی کو قبول ومقبول بنائے۔ آمین ثم آمین۔

(منزہ سلیم۔ جرمنی)

م م محمود

سو سال قبل کا الفضل

30/اکتوبر 1922ء دو شنبہ (سوموار)

مطابق 8 ربیع الاول 1341 ہجری

صفحہ اول پر مدینۃ المسیح کی خبروں میں حضرت مصلح موعودؓ کی طبعیت کے بارے میں خبر درج ہے کہ ’’حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ کی طبعیت اللہ تعالیٰ کے فضل سے رو بہ صحت ہے۔ ٹانگ کے درد میں گو کمی ہے مگر بالکل رفع نہیں ہوا۔‘‘

اسی طرح مدینۃ المسیح کی خبروں میں ایک خبر یہ بھی شامل ہے کہ ’’خدا تعالیٰ جزائے خیر دے حضرت ناناجان میر صاحب قبلہ کو کہ جنہوں نے اپنی کوشش سے مسجد مبارک کے سارے فرش کے لیے نئی خوبصورت دریاں بنوائی ہیں۔احباب حضرت میر صاحب کی صحت اور عمر کے لیے دعا فرماویں۔‘‘

صفحہ اول پر ہی ’’امریکہ میں تبلیغ اسلام‘‘ کے عنوان سے حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ کی ارسال فرمودہ ایک رپورٹ شائع ہوئی ہے۔جس میں ذکر ہے کہ گزشتہ دو ہفتہ میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے سات اصحاب مشرف بہ اسلام ہوئے۔ان میں سے کوئی صاحب شکاگو کے رہنے والے نہیں بلکہ باہر کے شہروں کے رہنے والے ہیں اور خط وکتابت کے ذریعہ مسلمان ہوئے ہیں۔ایک صاحب جو شکاگو میں عرصہ ہوا مسلمان ہوئے تھے، اپنے کسی کام سے ڈیٹرائٹ گئے تھے۔ان کی تبلیغ سے دو صاحب مسلمان ہوئے۔ایک شامی عیسائی لیڈی مدت سے ایک مسلمان کے زیر تبلیغ تھی۔اب وہ مسلمان ہوئی۔ایک صاحب کیلیفورنیا میں اور دو صاحب نیویارک میں رسالہ مسلم سن رائز کے مطالعہ کے زیر اثر مسلمان ہوئے۔‘‘

ازاں بعد حضرت مفتی صاحبؓ نے ان جملہ نومسلم مرد وخواتین کے اسماء تحریر کیے ہیں۔اسی طرح آپؓ نے ذکر فرمایا ہے کہ ایک ترک احمدی جو امریکہ میں 8سال رہنے کے بعد ترکی واپس جارہے تھے، ان کی درخواست پر آپؓ نے ایک پیغام انگریزی میں ترکوں کے نام تحریر کر کے ان کے ہاتھ بھیجا۔ جسے انہوں نے ترکی میں ترجمہ کر کے ترکوں کو سنانا تھا۔مذکورہ پیغام بھی الفضل میں شائع ہوا ہے۔

صفحہ 2 پرحضرت میر محمد اسحٰق صاحبؓ کی ہفتہ وار رپورٹ بابت صیغہ لنگر خانہ حضرت مسیح موعودؑ شائع ہوئی ہے۔اس رپورٹ میں دوران ہفتہ لنگرخانہ میں آنے والے مہمانان کے اسماء اور ہونے والے اخراجات کا ذکر ہے۔

اسی صفحہ پر ہفتہ وار رپورٹ صیغہ محاسب و بیت المال بھی شائع ہوئی ہے۔

صفحہ نمبر 3 اور 4 پر اداریہ شائع ہوا ہے۔یہ اداریہ تین مختلف عناوین پر مشتمل ہے۔ پہلا حصہ ’’عالمگیر عذاب سے قبل نبی کا آنا ضروری ہے‘‘ کے عنوان سے ہے۔ جبکہ دوسرا حصہ ’’مسلمانوں میں گداگری‘‘ کے عنوان سے ہے۔تیسرا حصہ ’’آریہ مذہب کیا ہے‘‘ کے زیرعنوان ہے۔

صفحہ نمبر 5 اور 6 پر حضرت مصلح موعودؓ کا خطبہ جمعہ فرمودہ 20/ اکتوبر 1922ء شائع ہوا ہے۔

صفحہ نمبر 6 اور 7 پر مولانا اللہ دتہ صاحب (حضرت ابوالعطاء صاحب جالندھری) کا سلسلہ وار مضمون بعنوان ’’قرآن کریم پر آریہ مسافر کے اعتراضات کے جوابات‘‘ شائع ہوا ہے۔قبل ازیں 25/ اکتوبر کے شمارہ میں اس عنوان کے تحت شائع مضمون میں بارہ اعتراضات کے جوابات شائع ہوئے تھے۔اس مضمون میں مزید چار اعتراضات کے جوابات شائع ہوئے ہیں۔

صفحہ نمبر 8 پر ’’ہمارے عقائد‘‘ کے زیرعنوان ایک مضمون شائع ہوا ہے جو مکرمہ سکینۃ النساء صاحبہ نے تحریر کیا ہے۔اس مضمون میں ذکر ہے کہ انہیں پچھلے جمعہ کے روز امرتسر جانا پڑا۔وہاں ان کی ایک تعلیم یافتہ عزیز خاتون سے ملاقات ہوئی جنہیں سلسلہ احمدیہ سے

THE ALFAZL QADIAN
الفضل

بہت نفرت تھی اور اس کی وجوہات انہوں نے یہ بیان کیں کہ

1. ’’احمدی (حضرت) مرزا صاحب کو صاحب شریعت نبی مانتے ہیں۔
2. کلمہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ احمد نبی اللہ پڑھتے ہیں۔
3. قادیان کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا جائز سمجھتے ہیں۔
4. خاتم النبیین کے معانی کچھ کے کچھ کرتے ہیں۔
5. حج کرنا مکہ شریف کا درست نہیں۔اس کی بجائے قادیان جانا زیادہ ثواب کا موجب جانتے ہیں۔‘‘

محترمہ سکینۃ النساء صاحبہ نے تحریر کیا کہ ’’ہر چند میں نے اس بی بی کو یقین دلایا اور افسوس بھی کیا کہ سلسلہ کے خیالات سے ایسی بے خبری کیوں ہے۔مگر مجھے یہی جواب ملا کہ اگر آپ اپنے بیان پر سچی ہیں تو اپنا بیان اخبار میں شائع کریں۔‘‘

چنانچہ اس پس منظر کے تحت موصوفہ نے ان بے بنیاد اعتراضات کے جوابات تحریر کیے ہیں۔

صفحہ نمبر 11 اور 12 پر ہندوستان اور غیر ممالک کی خبریں شائع ہوئی ہیں۔

مذکورہ بالا اخبار کے مفصل مطالعہ کے لیے درج ذیل لنک ملاحظہ فرمائیں۔

https://www.alislam.org/alfazl/rabwah/A19221030.pdf

محمد انور شہزاد

دلچسپ و مفید واقعات و حکایات

بیان فرمودہ

حضرت مصلح موعودؓ

قسط 5

دل کی ایک حسرت

میں نہیں جانتا کہ دوسرے دوستوں کا کیا حال ہے لیکن میں تو جب ریل گاڑی میں بیٹھتا ہوں میرے دل میں حسرت ہوتی ہے کہ کاش! یہ ریل گاڑی احمدیوں کی بنائی ہوئی ہو، اور اس کی کمپنی کے وہ مالک ہوں اور جب میں جہاز میں بیٹھتا ہوں تو کہتا ہوں کاش! یہ جہاز احمدیوں کے بنائے ہوئے ہوں اور وہ ان کمپنیوں کے مالک ہوں۔ میں پچھلے دنوں کراچی گیا تو اپنے دوستوں سے کہا کاش! کوئی دوست جہاز نہیں تو کشتی بنا کر ہی سمندر میں چلانے لگے اور میری یہ حسرت پوری کر دے اور میں اُس میں بیٹھ کر کہہ سکوں کہ آزاد سمندر میں یہ احمدیوں کی کشتی پھر رہی ہے۔ دوستوں سے میں نے یہ بھی کہا کاش! کوئی دس گز کا ہی جزیرہ ہو جس میں احمدی ہی احمدی ہوں اور ہم کہہ سکیں کہ یہ احمدیوں کا ملک ہے کہ بڑے کاموں کی ابتداء چھوٹی ہی چیزوں سے ہوتی ہے۔

یہ ہیں میرے ارادے اور یہ ہیں میری تمنائیں۔ ان کو پورا کرنے کے لئے ضروری ہے کہ ہم کام شروع کریں مگر یہ کام ترقی نہیں کرسکتا جب تک کہ ان جذبات کی لہریں ہر ایک احمدی کے دل میں پیدا نہ ہوں اور اِس کے لئے جس قربانی کی ضرورت ہے وہ نہ کی جائے۔ دنیا چونکہ صنعت وحرفت میں بہت ترقی کر چکی ہے، اس لئے احمدی جو اشیاء اب بنائیں گے وہ شروع میں مہنگی پڑیں گی مگر باوجود اِس کے جماعت کا فرض ہے کہ اِنہیں خریدے۔

ایک دفعہ دیال باغ آگرہ والے لاہور اپنی اشیاء کی نمائش کرنے کے لئے آئے تو اُنہوں نے مجھے بھی دعوت دی۔ گورنر پنجاب کو اُنہوں نے ٹی پارٹی دینے کا انتظام کیا ہوا تھا اور اِس موقع پر چیزیں بھی فروخت کرتے تھے۔ اُس وقت ان کی چیزیں نسبتاً مہنگی تھیں مگر وہ کہتے تھے بے شک ہماری اشیاء مہنگی ہیں مگر ان کے خریدنے سے غرباء کی مدد بھی ہو جاتی ہے۔ چنانچہ لوگ اُن کا مال شوق سے خریدتے تھے اور خود میں نے بھی ایک اٹیچی کیس ان سے خریدا تھا۔

اگر دوسری قومیں اپنی جماعت کو بڑھانے کے لئے یہ قربانی کرسکتی ہیں تو کیوں احمدی ایسا نہیں کر سکتے۔

(خطبات شوریٰ جلد 2 صفحہ 79)

صابر کے ساتھ خدا ہوتا ہے

صابر کے معنی ہیں ایک بات پر قائم ہو جانے والا یعنی جو نیکیاں بھی اختیار کرے وہ اُس کی جزوِ بدن بن جائیں، اُس سے الگ نہ ہوسکیں۔ صابر بننے کے بعد ہر وقت خدا تعالیٰ اس کے ساتھ رہتا ہے۔ جس طرح یہ مجاہدہ میں مستقل رہ کر صابر بنتا ہے خدا تعالیٰ بھی اُسے مستقل جلوہ دکھاتا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کا عجیب نقشہ کھینچا ہے۔ ایک کاپی پر آپ کا لکھا ہوا ایک نوٹ تھا جس میں لکھا تھا۔ دنیا مجھ سے چاہتی ہے کہ میں خدا تعالیٰ کو چھوڑ دوں اور سب لوگ کوشش کرتے ہیں کہ میں اُس سے الگ ہو جاؤں مگر یہ کس طرح ہوسکتا ہے۔ جب سارے کے سارے لوگ مجھے چھوڑ کر الگ ہو جاتے ہیں اور سب دنیا سو رہی ہوتی ہے تو خدا تعالیٰ میرے پاس آتا ہے اور مجھے اپنا جلوہ دکھاتا ہے اور کہتا ہے کہ میں تیرے ساتھ ہوں۔ پس وہ خدا جو مصائب کے اندھیروں اور مصیبتوں کی تاریکیوں میں میرا ساتھ نہیں چھوڑتا اُسے میں کس طرح چھوڑ دوں۔

(خطبات شوریٰ جلد 2 صفحہ 88-89)

آؤ! خدا کے حضور گر جائیں

گزشتہ جنگ عظیم کے دوران میں ایک موقع پر انگریزی کیبنٹ مشورہ کر رہی تھی کہ فلاں محاذ پر گولہ بارود کی جو کمی ہے اس کے متعلق کیا کیا جائے۔ اس لئے وزراء مشورہ کر رہے تھے کہ لارڈ ہیگ کمانڈر انچیف افواج کا تار وزیر اعظم کو ملا کہ اب آخری وقت آن پہنچا ہے، جرمنی نے پورے زور سے آخری حملہ کر دیا ہے اور آپ کی امداد کا وقت نہیں رہا، اب آخری اور فیصلہ کن جنگ ہو رہی ہے۔ مسٹر لائڈ جارج نے جو اُس وقت وزیر اعظم تھے جب یہ تار پڑھا تو دوسرے وزراء سے مخاطب ہو کر کہا کہ دوستو! تدبیروں کا وقت جاتا رہا، اس وقت ہماری فوج دیوار سے پیٹھ لگائے (یہ انگریزی محاورہ ہے آخری جدوجُہد کے متعلق) مقابلہ کر رہی ہے اب سوائے خدا کے ہماری کوئی مدد نہیں کرسکتا، آؤ! اس سے التجاء کریں اور یہ کہہ کر وہ گھٹنوں کے بل گر کر دعا میں مشغول ہو گئے۔

یہ وہ لوگ ہیں جو دہریہ کہلاتے ہیں اور جن کا خدا تعالیٰ پر نہایت ہی قلیل ایمان ہے۔ ہمارے لئے اس سے زیادہ خطرناک وقت اور کون سا آسکتا ہے۔ ایمان سے زیادہ قیمتی چیز اور کیا ہوسکتی ہے۔ دشمن اس پر حملہ آور ہو رہا ہے اور تمام طاقتیں مل کر حملہ کر رہی ہیں۔ حکام میں سے بھی بعض ان سے مل گئے ہیں اور رعایا میں سے بھی، عیسائی بھی، سکھ بھی، ہندو بھی، امراء بھی اور غرباء بھی، بڑے بھی اور چھوٹے بھی، پیشہ ور بھی اور علم والے بھی، کالجوں کے طالب علم بھی اور مدرسوں کے لڑکے بھی۔ غرض سب نے مل کر اس چھوٹی سی جماعت پر حملہ کر دیا ہے۔ اب خدا کے نام پر آؤ! ہم بھی خدا تعالیٰ کے حضور گر جائیں اور کہیں الٰہی! جو کچھ ہم کر سکتے تھے وہ ہم نے کیا مگر ہمارے ہاتھ ٹوٹ چکے ہیں اور ہماری طاقتیں شل ہوگئی ہیں۔ اے خدا! تو ہی ہماری مدد کر۔ ہم جو کچھ کر سکتے ہیں اُس کے لئے تو ہی توفیق دے اور ہماری مدد فرما کیونکہ تیرے سوا اور کوئی طاقت نہیں جو ہمیں مدد دے سکے۔ پس تو آسمان سے فرشتے ہماری مدد کے لئے بھیج۔ ہم بے کس اور بے قویٰ ہیں لیکن ہماری ذمہ داری بہت بڑی ہے، ہم کمزور اور ناطاقت ہیں لیکن کام بہت مشکل ہے تو ہی ہماری مدد کر کہ تیرے سوا کوئی مدد کرنے والا نہیں۔

(خطبات شوریٰ جلد 2 صفحہ 95)

موقع شناس

ملکہ سبا جو ایک عورت تھی، میں اُس کی عقل کو جب دیکھتا ہوں اور اُس کے مقابلہ میں آپ لوگوں میں سے بعض کی عقل کو دیکھتا ہوں تو حیرت آجاتی ہے کہ کیونکر اس عورت کی عقل وہاں تک پہنچ گئی تھی جہاں آپ لوگوں میں سے بعض کی عقل ابھی تک نہیں پہنچی۔

جب حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کا خط اُسے ملا تو اُس نے اپنی سلطنت کے اکابر سے مشورہ لیا۔ اُن سب نے کہا کہ ہم ملک کی خدمت کے لئے تیار اور لڑنے مرنے پر آمادہ ہیں، آپ جو حکم دینا چاہتی ہیں دیں۔ تو اُس نے جواب دیا کہ ہماری موت سے ملک کو کیا فائدہ پہنچے گا۔ دیکھنا صرف یہ نہیں کہ لوگ جنگ کے لئے آمادہ ہیں یا نہیں، بلکہ دیکھنا یہ ہے کہ ہماری موت ہمیں کوئی نفع پہنچائے گی یا نہیں؟ اگر ہم زندہ رہیں اور سلیمان کی بادشاہت قبول کر لیں تو یہ زیادہ مفید ہوگا یا یہ زیادہ مفید ہوگا کہ ہم لڑیں اور مر جائیں اور سلیمان ہمارے ملک پر قابض ہو جائے؟ غرض حکومت کا کُلّی تغیّر ہم پر زیادہ اثر انداز ہوسکتا ہے یا اُس کا جُزوی تغیّر؟ ایک تغیّر تو یہ ہے کہ سلیمان کو اس ملک کی عظمت اور بڑائی حاصل ہو جائے، بادشاہت ہمارے پاس ہی رہے ہم صرف اس کے باجگذار ہو جائیں اور ایک تغیر یہ ہے کہ ہم مارے جائیں اور ملک بھی سلیمان کے قبضہ میں چلا جائے۔

ان تمام امور پر غور کر کے وہ جو کچھ کہتی ہے وہ یہ ہے کہ اِنَّ الۡمُلُوۡکَ اِذَا دَخَلُوۡا قَرۡیَۃً اَفۡسَدُوۡہَا وَجَعَلُوۡۤا اَعِزَّۃَ اَہۡلِہَاۤ اَذِلَّۃً کہ جب کسی ملک میں کوئی نئی بادشاہت آیا کرتی ہے تو جَعَلُوۡۤا اَعِزَّۃَ اَہۡلِہَاۤ اَذِلَّۃً وہ اس ملک کے معززین کو ذلیل کر دیا کرتی ہے۔

(خطبات شوریٰ جلد 2 صفحہ 132-133)

اللہ تعالیٰ کے انبیاء دنیا کا نقشہ بدل دیتے ہیں

جبلۃ بن الایہم غسّانی شام کا مشہور رئیس بلکہ اپنے علاقہ کا بادشاہ تھا جو اپنی قوم کے ساٹھ ہزار عیسائیوں کو لے کر مسلمان ہوگیا۔

ایک دفعہ اُس کے دل میں شوق پیدا ہوا کہ حج کر آؤں۔ دراصل اُسے اسلام سے کوئی واقفیت نہ تھی وہ صرف شوکتِ اسلام کو دیکھ کر ایمان لے آیا تھا ایمان کی حقیقت سے واقف نہیں تھا۔ حج کے لئے مکہ پہنچا تو اُس نے ایک بڑا سا لمبا جُبّہ پہنا ہوا تھا جس طرح آجکل عزت کا معیار یہ سمجھا

جاتا ہے کہ کوٹ چھوٹا ہو اور جتنا زیادہ کوئی شخص اپنے آپ کو معزز سمجھتا ہے اُتنا ہی وہ کوٹ چھوٹا کر لیتا ہے۔ اِسی طرح اُس زمانہ میں عزت کا معیار یہ سمجھا جاتا تھا کہ کوٹ لمبا ہو اور جتنا زیادہ کوئی شخص اپنے آپ کو معزز سمجھتا تھا اُتنا ہی زیادہ وہ کوٹ لمبا بنالیتا تھا اسی کے مطابق وہ بھی ایک لمبا سا جُبّہ پہن کر آیا۔ ایک جگہ وہ جُبّہ پھیلا کر یوں بیٹھا ہوا تھا جیسے مرغی اپنے پَر پھیلا کر بیٹھتی ہے کہ اتفاقاً ایک غریب مسلمان پاس سے گزرا اور اُس کا پیر اُس کے جُبّہ پر پڑ گیا۔ جبلہ نے دیکھا تو زور سے اُسے ایک مکا مارا اور کہا شرم نہیں آتی تیرے جیسا رذیل آدمی میرے جُبّہ پر اپنا پاؤں رکھتا ہے۔ خیر وہ مسلمان تو چلا گیا لیکن کسی اَور نے اُسے کہا کہ تُو نے یہ سخت بُری حرکت کی ہے۔ اگر عمر (رضی اللہ عنہ) کو پتہ لگ گیا تو وہ تجھے سزا دیئے بغیر نہیں رہیں گے۔ وہ کہنے لگا کیا جبلہ کو بھی سزا دی جا سکتی ہے؟ اس مسلمان نے جواب دیا کہ اسلام نے جو قانون مقرر کیا ہے وہ سب کے لئے ہے امیر اور غریب کا اس میں کوئی فرق نہیں۔ جبلہ کہنے لگا میں تو بادشاہ ہوں کیا میرے لئے بھی رعایت نہ ہوگی؟ اُس نے کہا اسلام کا قانون سب کے لئے ہے بادشاہ بھی اُس سے مستثنیٰ نہیں ہوتے۔ چونکہ یہ گفتگو سُن کر اُس کے دل میں کچھ خلش سی پیدا ہوگئی تھی۔ وہ تھوڑی دیر کے بعد خود ہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا کہ پوچھ تو سہی بات کیا ہے۔ چنانچہ حضرت عمرؓ سے کہنے لگا اگر کوئی بڑا آدمی چھوٹے آدمی کو تھپڑ مار دے تو آیا اُس کی بھی کچھ سزا ہے؟ حضرت عمرؓ نے کہا جبلہ! کہیں تُو نے تو ایسی حرکت نہیں کی؟ یاد رکھ اگر تو نے کسی غریب مسلمان کو مارا ہے تو اِس کی سزا میں تجھے ضرور دوں گا۔ جبلہ کہنے لگا میں نے تو صرف ایک بات پوچھی ہے خود تو کسی کو نہیں مارا۔ یہ کہہ کر وہ کوئی بہانہ بنا کر وہاں سے باہر نکلا اور اپنی قوم کو لے کر چلا گیا اور پھر عیسائی لشکر کے ساتھ شامل ہوگیا اور سالہا سال اُن سے مل کر مسلمانوں کا مقابلہ کرتا رہا۔

تو اسلام نے تمدنوں کو بدلا، اسلام نے چھوٹی قوموں کو اونچا کیا اور دُنیا کے لئے اُنہیں مفید اور کارآمد بنایا۔ کہاں غسّان کا بادشاہ اور کہاں مکہ یا مدینہ کا ایک غریب عرب۔ اسلام نے اس غریب کو اونچا کر دیا اور دوسرے ملکوں کے بادشاہوں کو بھی نیچا کر دیا۔ پس اللہ تعالیٰ کے مامورین جب آتے ہیں تو دُنیا کا نقشہ بدلنے کے لئے آتے ہیں۔ وہ صرف افراد کی ہدایت کے لئے نہیں آتے۔ اگر افراد کی ہدایت ہی اللہ تعالیٰ کے مدنظر ہوتی تو ایک ایک فرشتہ ہر ایک شخص پر نازل ہوتا اور اُسے خواب کے ذریعہ ہدایت کا راستہ دکھا دیتا لیکن خدا تعالیٰ نے ایسا نہیں کیا بلکہ اپنے مامور بھیجے اور دُنیا کو یہ دعوت دے کر کہ اُس کے ہاتھ پر سب جمع ہو جائیں دُنیا میں ایک شور مچا دیا۔ پس خدا تعالیٰ کے انبیاء اِس لئے نہیں آتے کہ وہ افراد کو ہدایت دیں بلکہ اِس لئے آتے ہیں کہ دُنیا کا نقشہ بدل دیں۔ اس لئے آتے ہیں کہ تنظیم کریں، اِس لئے آتے ہیں کہ ایک روحانی فوج تیار کریں اور اُس کے ذریعہ دُنیا کو فتح کریں۔

(خطبات شوریٰ جلد 2 صفحہ 135-136)

یورپی فلسفہ پر اسلام کی برتری

میں دیکھتا ہوں کہ اگر کسی کے دل میں عملی تغیر کے متعلق جوش بھی پیدا ہوتا ہے تو وہ اسلام کی تعلیم کے ماتحت نہیں بلکہ یورپین مصنفین کی کتابیں پڑھ کر۔ حالانکہ ان مصنفین کی دونوں تعلیمیں لغو ہیں۔ وہ بھی لغو ہے جو امراء کی تائید میں ہے اور وہ بھی لغو ہے جو غرباء کی تائید میں ہے۔ اُس میں بھی جھوٹ ہے اور اِس میں بھی جھوٹ ہے۔ اُس میں بھی گند ہے اور اِس میں بھی گند ہے۔

اُن کی تہذیب کی مثال بالکل ویسی ہے جیسے کسی نے ایک اونٹ سے پوچھا تھا کہ پہاڑ کی اُترائی اچھی ہے یا چڑھائی؟ تو وہ کہنے لگا ہر دو لعنت۔ ان میں سے بعض بے وقوف بھی یورپ کی سوشلزم کی کتابیں پڑھتے اور اُنہیں پڑھ کر کہتے ہیں غرباء کے متعلق اُن میں جو نظریہ پیش کیا گیا ہے یہ بالکل اسلام کی تعلیم کے مطابق ہے حالانکہ اسلام کی تعلیم اور اُن کی تعلیم میں زمین و آسمان کا فرق ہوتا ہے۔ پھر ان میں سے دوسرے بیوقوف جو امراء کے نکتہ نگاہ کے حامی ہوتے ہیں جب کیپٹل ازم (یعنی اِستکثارِ مال) کے متعلق یورپین نظریہ دیکھتے ہیں تو کہتے ہیں یہ بالکل ٹھیک ہے یہ اسلام کی تعلیم کے مطابق ہے حالانکہ یہ بھی جھوٹ ہوتا ہے۔ غرض یورپ کی دونوں تعلیمیں غلط ہیں اور اسلام سے ان کا کوئی تعلق نہیں۔ اسلام کی تعلیم بالکل جداگانہ حیثیت رکھتی ہے۔ اگر یورپ کے فلاسفر اِس تعلیم کو اپنی عقلوں سے سمجھ سکتے تو محمد ﷺ کی بعثت اور قرآن مجید کے نازل کرنے کی ضرورت ہی کیا تھی۔ اسلام تو تعلیمات کا ایک وسیع سلسلہ ہے جس کی جزئیات سے بھی یورپین لوگ واقف نہیں۔

مثلاً دیکھ لو یورپ میں طلاق کا مسئلہ رائج ہوگیا لیکن کیا یہ وہی طلاق ہے جس کی محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے تعلیم دی، اگر کوئی شخص غور کرے تو اُسے معلوم ہوگا کہ گو نام کے لحاظ سے یہ طلاق ہے اور اسلام کے پیش کردہ مسئلہ سے اس کا نام ملتا ہے لیکن تفصیلات بالکل اور ہیں اور اب جو یورپ میں طلاق کا رواج ہے اس کی کوئی حد بندی ہی نہیں رہی۔ ایسی ایسی تمسخر آمیز طلاقوں کی وارداتیں ہوتی ہیں کہ اُن کو سُن کر حیرت آتی ہے اور انسان کہتا ہے کہ یہ لوگ پاگل ہو گئے ہیں۔

ٹائمز آف لنڈن میں ایک دفعہ میں نے پڑھا کہ ایک ایسی عورت کی وفات ہوئی ہے جو 17 خاوند کر چکی تھی اور گیارہ زندہ خاوند اُس کے جنازے میں شامل تھے۔ اُن خاوندوں سے جو طلاق کی وجوہ لکھی تھیں وہ بھی عجیب و غریب تھیں۔ ایک خاوند سے تو اُس نے اِس لئے طلاق لی کہ اُسے شکوہ تھا کہ جب وہ گھر میں آتا ہے تو مجھے بوسہ نہیں دیتا۔ عدالت میں مقدمہ گیا اور عدالت نے تسلیم کیا کہ واقعہ میں یہ بہت بڑا ظلم ہے اور اب دونوں کا نباہ مشکل ہے، طلاق ہو جانی چاہئے۔

پھر ایک اور خاوند سے طلاق لینے کی وجہ یہ لکھی تھی کہ اس عورت نے کہا میں نے ایک ناول لکھا ہے اور میرا خاوند اسے چھپوانے کی اجازت نہیں دیتا۔ عدالت میں یہ مقدمہ پیش ہوا اور عدالت نے تسلیم کیا کہ واقعہ میں یہ بہت بڑا ظلم ہے، اس صورت میں طلاق ضرور مل جانی چاہئے۔

تو محض اس لئے کہ یورپین مصنفین کی کتابوں میں طلاق کا لفظ آ گیا یہ سمجھ لینا کہ اسلامی طلاق اور وہ طلاق ایک ہی ہے یا محض اس لئے کہ ان کتابوں میں مساوات کا لفظ آ گیا یہ خیال کر لینا کہ اسلامی مساوات اور ان کی مساوات ایک ہی چیز ہے، بہت بڑی غلطی ہے۔ دونوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے اور یہ نادانی ہوگی اگر خیال کر لیا جائے کہ امراء کے متعلق جو اسلام نے تعلیم دی ہے وہی فلاں یورپین فلاسفر نے بھی پیش کی ہے۔ اُس فلاسفر نے جو کچھ کہا ہوگا ناقص اور نامکمل ہوگا اور وہ کچھ نہیں کہا ہوگا جو اسلام دُنیا کے سامنے پیش کرنا چاہتا ہے۔

(خطبات شوریٰ جلد 2 صفحہ 138-140)

فتوحات کے لئے یقین اور تیاری کی ضرورت

صرف یقین کی بات ہوتی ہے وہ پیدا ہو جائے تو ناممکن نظر آنے والے امور بھی ممکن بن جاتے ہیں۔

مجھے ایک لطیفہ یاد آ گیا۔ ہے تو وہ لطیفہ مگر اس سے کم از کم یہ ضرور معلوم ہوتا ہے کہ اُس شخص کو حضرت خلیفہ اوّلؓ کی ذات پر کس قدر اعتماد تھا۔ یہاں ایک نیم عقل کا آدمی ہوا کرتا تھا۔ میاں بگّا اُس کا نام تھا، اُس کی بیوی فوت ہوگئی۔ بیوی کی وفات کے بعد حضرت خلیفہ اوّلؓ کے سامنے وہ جب کبھی آتا آپ فرماتے۔ میاں بگّا شادی کرنی ہے وہ کہتا ”سوچ دے ہاں“ ایک دن حضرت خلیفہ اوّلؓ کہیں سے آ رہے تھے، میاں بگّا آپ کے ساتھ تھا۔ میں بھی اُس وقت اتفاقاً مسجد کی سیڑھیوں سے اُتر رہا تھا۔ مجھے دیکھ کر حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کھڑے ہو گئے اور فرمانے لگے۔ لو میاں! بگّے کی شادی کا انتظام ہوگیا۔ پھر فرمانے لگے یہ ابھی مجھے ملا ہے اور اِس نے آ کر کہا ہے کہ میری شادی کا پختہ انتظام ہوگیا ہے تھوڑی سی کسر باقی ہے وہ آپ پوری کر دیں۔ جب میں (حضرت خلیفہ اوّلؓ) نے اُس سے پوچھا کہ مبارک ہو کہاں انتظام ہوا اور کیا ہوا ہے۔ تو اُس نے جواب دیا کہ بات یہ ہے کہ نکاح کے لئے میں بھی راضی ہوگیا ہوں اور میری والدہ بھی راضی ہوگئی ہے اب آپ صرف لڑکی اور روپے کا انتظام کر دیں، تو شادی ہو جائے گی۔

یہ ہے تو ہنسی کی بات مگر اِس سے اتنا ضرور ثابت ہوتا ہے کہ اُسے یہ خیال تھا کہ صرف میری رضا کی ہی ضرورت ہے، ورنہ حضرت خلیفہ اوّلؓ اس کی شادی کہیں ضرور کرا دیں گے۔ اگر اُس نیم مجنون کو حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کی ذات پر اس قدر اعتماد ہو سکتا تھا تو کیا ہمیں خدا تعالیٰ کے وعدوں پر اتنا اعتماد بھی نہیں رہا؟ ہمارا خدا کہتا ہے کہ مسیح موعودؑ کے ماننے والوں کو ہم دُنیا پر حکمران کر دیں گے اور اُن کے ذریعہ ایک نیا آسمان اور نئی زمین بنائیں گے۔ دُنیا میں ہم دیکھتے ہیں کہ جب کسی بات پر یقین ہوتا ہے تو ہم اُس کے مطابق تیاری شروع کر دیتے ہیں۔ چنانچہ دیکھ لو جب تمہارا کوئی دوست تمہارے پاس آتا اور آ کر کہتا ہے کہ میں نے یہ یہ سامان تمہیں تحفہ کے طور پر بھجوایا ہے تو تم سامان آنے سے پہلے ہی اُس کے لئے تیاری شروع کر دیتے ہو۔ مثلاً اگر اُس نے گوشت کی ران تحفہ بھیجنے کو کہا ہو تو تم فوراً گھر آ کر کہہ دیتے ہو کہ بی بی! آج گوشت نہ منگوانا، فلاں دوست کے گھر سے گوشت کی ران تحفۃً آئے گی۔ یا اگر وہ چاولوں کا تاجر ہے اور اُس نے بیس تیس من چاول تحفہ کے طور پر بھجوا دیئے ہوں تو تم گھر آ کر کہتے ہو بیوی! اب کے فراغت ہوگئی چاول اس سال ہم نہیں خریدیں گے کیونکہ فلاں دوست تحفۃً اتنے من چاول بھیجنے والا ہے۔ غرض تم فوراً اُس کے لئے تیاری شروع کر دیتے ہو اور اگر سامان زیادہ ہو تو اُس کو رکھوانے کے لئے کمرہ خالی کرا دیتے ہو لیکن اس کے مقابلہ میں جب تمہیں کوئی پاگل ملتا ہے اور کہتا ہے کہ میں تحفۃً گوشت بھیج رہا ہوں تو آپ کہہ دیتے ہیں شکریہ شکریہ! اور اس کی بات کو کچھ اہمیت نہیں دیتے لیکن جو عقلمند دوست ہوتا ہے اس کی بات سُن کر معاً تیاری شروع کر دیتے ہیں۔

اِس مثال کے مطابق اب آپ لوگ خدا تعالیٰ کے وعدوں اور اپنی تیاریوں کو دیکھیں۔ خدا تعالیٰ نے کہا کہ وہ آپ کو فتوحات اور کامیابیاں عطا فرمائے گا۔ اب آپ خود ہی اپنے حالات کو دیکھیں کہ کیا کامیابی کی دُلہن لانے کے لئے آپ نے اُسی قسم کی تیاریاں شروع کر دی ہیں جس قسم کی تیاریاں کرنی چاہئیں؟ یا خدا تعالیٰ کی بات کو آپ نے ایک پاگل کی بڑ جیسا سمجھا ہے اور اُس کے مطابق کوئی تیاری نہیں کی؟ اگر کامیابی کی دُلہن

کے استقبال کے لئے آپ لوگوں نے تیاری کی ہے تو سمجھا جا سکتا ہے کہ آپ لوگ خدا تعالیٰ کے وعدوں پر ایمان رکھتے ہیں لیکن اگر تیاری نہیں کی تو یہی سمجھا جا سکتا ہے کہ آپ نے خدا تعالیٰ کی بات کو نعوذ باللہ ایک پاگل اور مجنون کی بڑ سمجھا۔

(خطبات شوریٰ جلد 2 صفحہ 143-145)

عقل خدا کی نعمتوں میں سے ایک بڑی نعمت ہے

اچھا بھلا عقلمند آدمی ہوتا ہے اُس سے جب خدا اپنی عقل کی نعمت واپس لے لیتا ہے تو کیسا پاگل ہو جاتا اور بہکی بہکی باتیں کرنے لگ جاتا ہے۔ میں ایک دفعہ پاگل خانہ دیکھنے گیا۔ بچپن کی عمر تھی۔ وہاں مجھے ایک شخص کے متعلق بتایا گیا کہ یہ مولوی صاحب ہیں اور پاگل ہیں۔ میں اُس کے پاس کھڑا ہو گیا۔ اُس نے مجھ سے گفتگو شروع کر دی اور ایسی ایسی معقول باتیں کیں کہ میں حیران رہ گیا کہ اُسے پاگل خانہ میں کس طرح داخل کر دیا گیا ہے۔ اُس نے بتایا کہ پٹیالہ کے جو مولوی عبدالحق صاحب ہیں اُن کا وہ رشتہ دار ہے اور کوئی جائیداد کا معاملہ تھا جس میں دشمنی ہو جانے کی وجہ سے اُس کے رشتہ داروں نے اُسے پاگل خانہ میں بھجوا دیا۔ ڈاکٹر اُس کا اتنا معتقد کہ وہ کہے یہ ولی اللہ ہیں۔

پھر اسی اثناء میں اُس نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذکر شروع کر دیا اور کہا کہ مرزا صاحب بڑے بزرگ ہیں۔ میں نے ان کی کتاب براہین احمدیہ سب پڑھی ہے اور براہین احمدیہ کے زمانہ سے ہی مجھے اُن پر اعتقاد چلا آ رہا ہے۔ اس کے بعد ازالہ اوہام چھپی تو وہ مَیں نے پڑھی۔ غرض ایسی ایسی سمجھ کی باتیں کیں کہ مجھے یقین آ گیا کہ جو کچھ اس نے شروع میں کہا ہے یہ درست ہے اور اسے دشمنی سے ہی کسی نے پاگل خانہ میں بھجوا دیا ہے مگر یہیں تک گفتگو پہنچی تھی کہ وہ کھڑے ہو کر کہنے لگا۔ ایک بات بتاؤں مرزا صاحب سے ایک غلطی ہو گئی ہے۔ میں نے سمجھا کہ جب یہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مرید نہیں تو واقعہ میں سمجھتا ہو گا کہ آپ سے غلطی ہوئی ہے۔ میں نے کہا فرمایئے۔ کہنے لگا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت تو قرآن مجید سے ثابت ہے اور یہ بالکل درست ہے مگر یٰعِیۡسٰۤی اِنِّیۡ مُتَوَفِّیۡکَ میں مُتَوَفِّیۡکَ کے معنے موت کے نہیں۔ اس پر میں نے پھر سمجھا یہ مولوی آدمی ہے مُتَوَفِّیۡکَ کے معنے یہی سمجھتا ہو گا کہ میں پورا کروں گا اور خیال کرتا ہو گا کہ اس کے معنے بلاواسطہ موت کے نہیں لیکن جب اُس کے معنے سُنے تو میں حیران رہ گیا۔ وہ کہنے لگا دراصل اِنِّیۡ مُتَوَفِّیۡکَ کے یہ معنے ہیں کہ اے عیسیٰ! میں تیرے چہلم کی روٹی کروں گا۔ تب میں نے سمجھا کہ میں نے اس پر جس قدر حُسنِ ظنی کی تھی وہ سب غلط تھی۔ دراصل یہ پاگل ہی ہے۔

چنانچہ ابھی باتیں ہو رہی تھیں کہ ایک دوسرا پاگل آ گیا، جو پاگل اچھے ہو رہے ہوتے ہیں اُنہیں آپس میں ملنے کی افسر اجازت دے دیتے ہیں، وہ بھی اُسے ملنے آ گیا اور کہنے لگا مجھ سے تم نے جو پیسے لئے تھے (جو غالباً چھ تھے) وہ مجھے واپس کرو۔ اُس نے کہا میرے پاس ہے نہیں۔ وہ کہنے لگا میں تو لے کر ہٹوں گا۔ اِس پر آپس میں تکرار ہو گئی۔ میں نے جھگڑا بڑھتے دیکھا تو جیب میں ہاتھ ڈالا اور پیسے نکال کر اُس کو دے دیئے۔ یہ پیسے دینے تھے کہ مولوی صاحب جلال میں آ گئے۔ ڈاکٹر کو مخاطب ہو کر کہنے لگے، ابھی جا کر ان کی دعوت کرو اور انہیں پانچ روپے نذر دو۔ یہ محمود غزنوی ہیں، محمود غزنوی۔ انہوں نے ہی بھٹنڈہ فتح کیا تھا۔

ڈاکٹر نے جب دیکھا کہ مولوی صاحب کو جلال آ رہا ہے تو اُس نے مجھے کہا اب آپ تشریف لے چلیں اب ان کے پاس کھڑا ہونا مناسب نہیں۔ تو دماغ کی کَل ذرا سی بگڑ جائے تو اچھا بھلا، پڑھا لکھا عقلمند انسان کہاں کا کہاں پہنچ جاتا ہے۔

وہیں میں نے ایک ایم۔اے دیکھا جو پاگل تھا۔ وہ بالکل بولتا نہیں تھا اور زبردستی نلکی کے ذریعہ اُس کے معدہ میں غذا پہنچائی جاتی تھی۔ وہ ایک جج کا بیٹا تھا اور ایم۔اے میں تمام یونیورسٹی میں اول رہا۔ جب وہ یونیورسٹی میں سے فرسٹ نکلا ہو گا تو اُس کے ماں باپ اور دوسرے رشتہ داروں نے کتنا فخر کیا ہو گا لیکن خدا تعالیٰ نے اُس کی عقل واپس لے کر بتا دیا کہ یہ چیز اِس کی نہیں تھی، خدا کی تھی۔

پس وہ صحت جس سے ہم کام کرتے ہیں، وہ اعضاء جن سے ہم چلتے پھرتے ہیں، وہ عقل جس کو ہم استعمال کرتے ہیں، وہ حافظہ جس سے ہم مدد لیتے ہیں، یہ سب چیزیں خدا تعالیٰ کی طرف سے انعام بطور پیشگی تنخواہ ہیں لیکن ہم ایک نادہندمزدور کی طرح پیشگی تنخواہ لینے کے باوجود کام نہیں کرتے اور اُس کے کام چھوڑ کر جو پیشگی تنخواہ دیتا ہے اُس کا کام کرنے لگ جاتے ہیں جو کام لینے کے بعد تنخواہ دیتا ہے۔ نادہندمزدور کا یہی طریق ہوتا ہے کہ وہ کہیں سے پیشگی مثلاً آٹھ آنے لے لیتا ہے اور پھر اُس کا کام کرنے کی بجائے کسی اور کے وعدہ پر چلا جاتا ہے۔ ہم بھی اللہ تعالیٰ کے معاملہ میں نادہندمزدور کی طرح عمل کرتے اور اُس کے احسانات اور انعامات کو دیکھنے کے باوجود دوسرے کے کام میں مشغول ہو جاتے ہیں۔ پس آپ لوگوں کا فرض ہے کہ آپ سلسلہ کی اہمیت کو سمجھیں اور اپنے اندر تغیر پیدا کریں۔

(خطبات شوریٰ جلد 2 صفحہ 147-149)

نرم خو

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک مثال بیان فرمایا کرتے تھے کہ راجہ رنجیت سنگھ کے دربار میں ایک مسلمان بھی وزیر تھے۔ وہ وزیر ہونے کے علاوہ طبیب بھی تھے اور بڑے نرم دل تھے۔ ایک دفعہ اُن کے پاس کوئی فقیر آیا اور اس نے سوال کیا کہ مجھے کچھ دیجئے۔ اُس زمانہ میں مسلمانوں کی حالت سخت خراب تھی اور اُن کے پاس سینکڑوں فقراء آتے تھے جن کی وہ تھوڑی تھوڑی رقم سے امداد کر دیتے تھے کیونکہ ایک تو اُس زمانہ میں تنخواہیں کم ہوتی تھیں، دوسرے مسلمان زبوں حالی کی وجہ سے سینکڑوں بطور سائل کے اُن کے پاس آتے رہتے تھے۔ چنانچہ اس فقیر کو بھی انہوں نے آٹھ آنہ دینے کا حکم دیا وہ آٹھ آنے لے کر کہنے لگا دیکھئے ہم سب مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں اب یہ بھی کیا مساوات ہے کہ ایک بھائی کے پاس تو ہزاروں روپے ہوں اور ایک کے پاس صرف اٹھنی۔ اُنہوں نے جواب دیا کہ صرف تُو ہی ایک بھائی نہیں بلکہ اور بھی ہزاروں بھائی ہیں۔ اگر سب میں مَیں اٹھنی اٹھنی تقسیم کرنے لگوں تو پھر یہ اٹھنی بھی حصہ میں نہیں آئے گی۔ پس تم کو اپنے حصہ سے زیادہ ہی مل گیا ہے مگر اُس نے اصرار کیا نہیں کچھ اور بھی دیں۔ اُنہیں ضروری کام تھا اور وہ چاہتے تھے کہ جلدی چھٹکارا ہو مگر وہ پیچھا نہ چھوڑتا۔ آخر وہ اپنے نوکر سے کہنے لگے

’’اِنہاں فقیر صاحب نوں پولے پولے دھکّے دے کر باہر کڈھ دیو‘‘

حضرت مسیح موعود علیہ السلام یہ مثال ہمیشہ اس ضمن میں سنایا کرتے تھے کہ نرم دل انسان کو غصہ بھی آتا ہے تو اس میں بھی نرمی کا پہلو جھلک رہا ہوتا ہے۔ اب دھکّے دلوانا غصہ کی ایک علامت تھی مگر ’’پولے پولے دھکّے‘‘ کہنا ان کی نرم طبیعت کا اظہار تھا۔

(خطبات شوریٰ جلد 2 صفحہ 163)

حامد اقبال۔ شعبہ تاریخ جامعہ احمدیہ جرمنی

مقابلہ تلاوت قرآن کریم مابین طلبہ جامعہ احمدیہ جرمنی

خدا کے فضل سے جامعہ احمدیہ جرمنی کے سال نو 2022ء - 2023ء کا آغاز ہو چکا ہے۔ الحمدللہ۔ جامعہ میں طلبہ کی علمی وجسمی صلاحیتوں کو بروئے کار لانے کے لئے مجلس علمی و مجلس العاب کے شعبہ جات قائم ہیں جن کے تحت طلبہ میں مسابقت کی روح پیدا کرنے کے لئے سال بھر مختلف مقابلہ جات کا انعقاد ہوتا رہتا ہے۔

مورخہ 21 ستمبر 2022ء کو مجلس علمی کے تحت پہلا علمی مقابلہ ’’تلاوت قرآن کریم‘‘ منعقد ہوا۔ آج کے مقابلہ کے منصف اعلیٰ مکرم ذاکر مسلم بٹ (حافظ و قاری القرآن) تھے جبکہ مکرم شمس اقبال و مکرم رحمت اللہ بندیشہ، اساتذہ جامعہ احمدیہ نے بھی منصفی کے فرائض ادا کئے۔ مقابلہ کا باقاعدہ آغاز تلاوت قرآن کریم سے ہوا جو عزیزم حافظ اویس قمر نے کی۔ بعد ازاں عزیزم عبد الباری نے مقابلہ کے قواعد پڑھ کر سنائے۔

آج کے اس مقابلہ تلاوت میں 21 طلبہ نے حصہ لیا۔ مقابلہ کے اختتام پر منصف اعلیٰ نے طلبہ کی حوصلہ افزائی کرتے ہوئے پوزیشن حاصل کرنے والے طلبہ کے ناموں کا اعلان کیا۔ آج کے مقابلہ میں اوّل پوزیشن عزیزم حافظ اویس قمر، درجہ رابعہ نے حاصل کی جبکہ دوسری عزیزم فیصل محمود، درجہ ممہدہ نے اور تیسری پوزیشن عزیزم احتشام احمد، درجہ شاہد نے حاصل کی۔ مقابلہ کا اختتام دعا کے ساتھ ہوا۔

جاذب محمود۔ جامعہ احمدیہ انٹرنیشنل گھانا

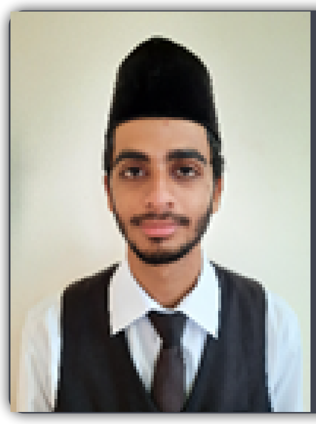

قرآن کریم میں مذکور حضرت ابراہیمؑ کی شاندار خوبیاں

قسط اول

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بعثت آنحضرت ﷺ سے تقریباً 2,500 سال قبل اور آج سے تقریباً 4,000 سال پہلے ہوئی۔ آپؑ عراق میں قیام پذیر رہے مگر آپؑ نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہجرت بھی کی۔ متعدد بار مکہ بھی تشریف لے گئے جہاں آپؑ نے حضرت اسماعیلؑ کو وَادٍ غَيۡرِ ذِىۡ زَرۡعٍ میں چھوڑا جن کی ذریت سے آنحضرت ﷺ کی پیدائش ہوئی۔ آپؑ کو ابو الانبیاء کہا جاتا ہے اور خلیل اللہ بھی یعنی اللہ کا دوست۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے وعدہ کیا کہ اِنِّىۡ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا (البقرہ:125) میں یقیناً تجھے لوگوں کے لئے ایک عظیم امام بنانے والا ہوں۔

اسی وعدہ کے موافق دنیا کے کثیر حصہ میں آپؑ امام اور مقتدی سمجھے جاتے ہیں اور بڑے ادب و احترام سے یاد کیے جاتے ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ایک ایسا وجود بنا دیا کہ آج تک لوگ ان کے افعال و اقوال کی اقتداء کر رہے ہیں جس کا مثالی اور دائمی نمونہ مسلمان ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں حکم دیتا ہے کہ اتَّبِعۡ مِلَّةَ اِبۡرٰهِيۡمَ حَنِيۡفًا (النحل: 124) ابراہیمِ حنیف کی ملت کی پیروی کر۔

وہ ملت ابراہیم کیا ہے جس کی پیروی کرنے کا حکم دیا گیا ہے؟ قرآن کریم سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ آپؑ کی اعلیٰ صفات ہیں۔ آپؑ کے اوصاف کریمہ ہیں۔ قرآن کریم نے حضرت ابراہیمؑ کو قابل آفریں پیش کیا ہے اور عمداً حکم بھی دیا ہے کہ ان صفات عالیہ کو اپنانے کی کوشش کرو۔ اسی کی وضاحت قرآن کریم نے ایک اور جگہ بھی کی ہے۔ آپؑ کے روحانی مقام و مرتبہ کی شناخت اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ آنحضرت ﷺ کے علاوہ صرف آپؑ کے بارے میں فرمایا کہ: قَدۡ كَانَتۡ لَـكُمۡ اُسۡوَةٌ حَسَنَةٌ فِىۡۤ اِبۡرٰهِيۡمَ (الممتحنہ:5) یقیناً تمہارے لئے ابراہیم میں ایک اسوۂ حسنہ ہے۔

آپؑ کے قابل تقلید اخلاق اور اسوۂ حسنہ کا ذکر قرآن کریم نے بہت سے مقامات پر کیا ہے۔ اس مضمون میں آپؑ کی چند صفات کا ذکر از روئے قرآن کریم پیش خدمت ہے۔

خاص طرز کلام، تبلیغی مساعی اور قیام توحید کے لئے تڑپ

ابراہیم کا لفظ اَبۡرَمَ سے ہے یعنی بات کو پکا کرنے والا۔ لغت سے معلوم ہوتا ہے کہ اَبۡرَامَ کے معنی ایسی عمدہ بات کرنے والے اور ایسی اچھی بحث کرنے والے کے ہیں جو دوسرے کو اپنا مافی الضمیر اچھی طرح سمجھا دے اور اسے ساکت کر دے۔ یہ لفظ عبرانی زبان میں آتا ہے اور بائیبل میں بھی استعمال ہوا ہے۔

چنانچہ حضرت مصلح موعودؓ نے تفسیر کبیر میں یہ بحث کی ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا نام اللہ تعالیٰ نے ان کے باپ سے ابراہیم رکھوایا جس میں ایک پیشگوئی مخفی تھی کہ اللہ تعالیٰ اس شخص کو بڑی اچھی بحث کرنے کی توفیق دے گا اور صداقت کے اظہار کے لئے یہ اپنے مدمقابل کے سامنے اس عمدگی کے ساتھ اپنے خیالات کا اظہار کرے گا کہ وہ ساکت اور لا جواب رہ جائے گا۔

(تفسیر کبیر جلد 5 صفحہ 264-265)

قرآن کریم نے بہت سے مقامات پر حضرت ابراہیمؑ کی توحید کے قیام کے حوالے سے مساعی کو خراج تحسین پیش کیا ہے۔ آپؑ کی بعثت کا مقصد فی ذاتہ توحید کا قیام ہی تھا۔ اس لئے آپؑ نے اللہ تعالیٰ سے یہ دعا مانگی کہ: رَبِّ هَبۡ لِىۡ حُكۡمًا (الشعراء: 84) اے میرے رب! مجھے حکمت عطا کر۔

اللہ تعالیٰ نے ہر داعی الی اللہ کے لئے بھی حضرت ابراہیمؑ کا نمونہ پیش کرتے ہوئے اسی دعا کا کرنا ضروری قرار دیا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ ایک اور جگہ فرماتا ہے کہ اُدۡعُ اِلٰى سَبِيۡلِ رَبِّكَ بِالۡحِكۡمَةِ (النحل:126) کہ حکمت سے اپنے رب کی راہ کی طرف بلاؤ۔

پس قرآن کریم میں جو حضرت ابراہیمؑ کا طرز کلام بیان ہوا ہے وہ اسی بات پر دلالت کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپؑ کو یہ خاص صفت عطا کی تھی کہ لوگ آپؑ کے سامنے مبہوت رہ جاتے تھے۔ اس کی سب سے صریح مثال سورۃ البقرۃ میں بیان کی گئی ہے۔ فرمایا:

اَلَمۡ تَرَ اِلَى الَّذِىۡ حَآجَّ اِبۡرٰهٖمَ فِىۡ رَبِّهٖۤ اَنۡ اٰتٰٮهُ اللّٰهُ الۡمُلۡكَ‌ۘ اِذۡ قَالَ اِبۡرٰهٖمُ رَبِّىَ الَّذِىۡ يُحۡىٖ وَيُمِيۡتُۙ قَالَ اَنَا اُحۡىٖ وَاُمِيۡتُ‌ؕ قَالَ اِبۡرٰهٖمُ فَاِنَّ اللّٰهَ يَاۡتِىۡ بِالشَّمۡسِ مِنَ الۡمَشۡرِقِ فَاۡتِ بِهَا مِنَ الۡمَغۡرِبِ فَبُهِتَ الَّذِىۡ كَفَرَ (البقرہ:259) یعنی کیا تُو نے اس شخص پر غور کیا جس نے ابراہیم سے اس کے ربّ کے بارہ میں اس بِرتے پر جھگڑا کیا کہ اللہ نے اسے بادشاہت عطا کی تھی۔ جب ابراہیم نے کہا میرا ربّ وہ ہے جو زندہ کرتا ہے اور مارتا بھی ہے۔ اس نے کہا میں (بھی) زندہ کرتا ہوں اور مارتا ہوں۔ ابراہیم نے کہا یقیناً اللہ سورج کو مشرق سے لاتا ہے تُو اسے مغرب سے لے آ، تو وہ جس نے کفر کیا تھا مبہوت ہوگیا اور اللہ ظالم قوم کو ہدایت نہیں دیتا۔

پس آپؑ نے بادشاہِ وقت کے سامنے بھی اللہ تعالیٰ کی عظمت اور شان بیان کرنے سے گریز نہ کیا۔ آپؑ کی تبلیغ کے ذریعہ سے ہی حضرت لوطؑ نہ صرف ایمان لائے بلکہ نبوت کا مقام حاصل کیا۔ اس کے علاوہ آپؑ کے بیٹے حضرت اسماعیل اور اسحاق اور پوتے یعقوب علیہم السلام بھی مختلف علاقوں میں مقیم تھے جہاں وہ پیغام توحید کے لئے کوششوں میں لگے رہتے تھے۔ آپؑ تبلیغ میں نہایت دور اندیش تھے۔ حضرت اسحاقؑ کو آپؑ نے ایک آباد ملک میں بھیجا کہ وہاں تبلیغ کریں اور حضرت اسماعیلؑ کو آپؑ نے مکہ میں چھوڑ دیا تا کہ جب وہ جگہ آباد ہو تو وہاں اُس وقت اللہ تعالیٰ کا نام لیا جائے۔ حضرت مصلح موعودؓ نے اس کو آپؑ کی لانگ ٹرم پالیسی قرار دیا ہے۔

(تفسیر کبیر جلد 7 صفحہ 193)

حضرت ابراہیمؑ نے اپنے چچا کی قوم کو بے حد درجہ تبلیغ کی اور ان کو توحید الٰہی پر گامزن کرنے کی پوری کوشش کی۔ قرآن کریم جہاں آپؑ کے طرز کلام کا خاص ذکر کرتا ہے وہاں آپ کے عقلی و علمی دلائل بھی پیش کرتا ہے۔ مثلاً جب اپنی قوم کو تبلیغ کرتے تو وہ اعراض کیا کرتے۔ ایک بار آپؑ نے ان سے کہا کہ میں تمہارے بتوں کے ساتھ کچھ تدبیر کروں گا۔ پھر آپؑ اپنے چچا کے بت کدہ گئے اور سارے بت توڑ دیئے سوائے سب سے بڑے بت کے جس کو آپؑ نے بڑی حکمت سے چھوڑ دیا۔ جب لوگوں کو پتا چلا تو ان کا ذہن فوراً حضرت ابراہیمؑ کی طرف گیا۔ چنانچہ فرمایا:

قَالُوۡۤا ءَاَنۡتَ فَعَلۡتَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَا يٰۤاِبۡرٰهِيۡمُؕ ﴿۶۳﴾ قَالَ بَلۡ فَعَلَهٗ ‌ۖ كَبِيۡرُهُمۡ هٰذَا فَسۡـئَلُوۡهُمۡ اِنۡ كَانُوۡا يَنۡطِقُوۡنَ ﴿۶۴﴾ (الانبیاء:63-64) یعنی انہوں نے کہا کیا تو نے ہمارے معبودوں سے یہ کچھ کیا ہے؟ اے ابراہیم! حضرت ابراہیمؑ نے کہا بلکہ ان کے اس سردار نے یہ کام کیا ہے۔ پس ان سے پوچھ لو اگر وہ بول سکتے ہیں۔

یہاں آپ کا طرز استدلال خاص تعریف کے لائق ہے۔ معترضین آپؑ کو یہاں جھوٹ کا مرتکب سمجھتے ہیں مگر یہ ناممکن ہے کیونکہ آپؑ نے پہلے بتصریح اعلان کر دیا تھا کہ میں تمہارے بتوں سے کچھ کروں گا اور اللہ تعالیٰ نے بھی اس واقعہ کو بیان کرنے سے پہلے فرما دیا کہ: وَلَقَدۡ اٰتَيۡنَاۤ اِبۡرٰهِيۡمَ رُشۡدَهٗ مِنۡ قَبۡلُ وَكُنَّا بِهٖ عٰلِمِيۡنَ‌ ﴿۵۲﴾ (الانبیاء:52) یعنی یقیناً ہم نے ابراہیم کو پہلے ہی سے اس کی رشد عطا کی تھی اور ہم اس کے بارہ میں خوب علم رکھتے تھے۔

پس مضمون کے سیاق و سباق سے بھی واضح ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیمؑ نے اپنی بات کو ایک نہایت اعلیٰ منطقی دلیل کے طور پر استعمال کیا۔ ورنہ اللہ تعالیٰ اس عظمت سے مذکورہ بالا تعریف بیان نہ کرتا۔

یہاں ایک ناممکن بات کو بظاہر ممکن پیش کر کے ایک حتمی اور کلمہ شکن دلیل پیش کی گئی ہے۔ چنانچہ اس مؤثر دلیل کا یہ نتیجہ نکلا کہ انہوں نے نہ مانا کہ ان بتوں کو سب سے بڑے بت نے مارا ہے۔ ان کا اس بات کو ناممکن سمجھنا ان کے اس عقیدہ کو جھوٹا ثابت کرتا تھا۔ چنانچہ اگلی آیات میں فرمایا:

فَرَجَعُوۡۤا اِلٰٓى اَنۡفُسِهِمۡ فَقَالُوۡۤا اِنَّكُمۡ اَنۡتُمُ الظّٰلِمُوۡنَۙ ﴿۶۵﴾ ثُمَّ نُكِسُوۡا عَلٰى رُءُوۡسِهِمۡ‌ۚ لَقَدۡ عَلِمۡتَ مَا هٰٓؤُلَاۤءِ يَنۡطِقُوۡنَ ﴿۶۶﴾ (الانبیاء:65-66)

ترجمہ: پھر وہ اپنے ساتھیوں کی طرف چلے گئے اور کہا کہ یقیناً تم ہی ظالم ہو۔ پس وہ سر بگریباں کر دیئے گئے (اور بولے) تُو یقیناً جانتا ہے کہ یہ کلام نہیں کرتے۔

آپؑ کی بات اس لئے بھی بہت مؤثر تھی کہ آپؑ جو بھی دعویٰ کرتے اسے اپنے عملی نمونہ سے ثابت کرتے۔ چنانچہ آپؑ نے اپنی قوم کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا: اِنَّ الَّذِيۡنَ تَعۡبُدُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ لَا يَمۡلِكُوۡنَ لَـكُمۡ رِزۡقًا فَابۡتَغُوۡا عِنۡدَ اللّٰهِ الرِّزۡقَ (العنکبوت: 18) کہ (حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا) وہ لوگ جن کی تم اللہ کی بجائے عبادت کرتے ہو تمہارے لئے کسی رزق کی ملکیت نہیں رکھتے۔ پس اللہ کے حضور ہی رزق چاہو۔

اس کا عملی نمونہ آپؑ نے خود دکھایا جب آپؑ نے اپنی بیوی اور بچے کو ایک ایسی جگہ چھوڑا جہاں کھانے پینے کا سامان مہیا نہ تھا۔ آپؑ نے صرف اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ تو ہی ان کو رزق دے۔ اس طرح آپؑ نے خود اللہ تعالیٰ کو رزق کا مالک ثابت کر دیا۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں حضرت ابراہیم کا ایک واقعہ بیان کیا ہے جس میں آپؑ نے باقاعدہ بیٹھ کر ہستی باری تعالیٰ کے حق میں دلائل سوچے۔ پہلے فرمایا:

وَاِذۡ قَالَ اِبۡرٰهِيۡمُ لِاَبِيۡهِ اٰزَرَ اَتَتَّخِذُ اَصۡنَامًا اٰلِهَةً‌ ۚ اِنِّىۡۤ اَرٰٮكَ وَقَوۡمَكَ فِىۡ ضَلٰلٍ مُّبِيۡنٍ ﴿۷۵﴾ (الانعام: 75) کہ اور یاد کر جب ابراہیم نے اپنے

باپ آزر سے کہا کیا تو بتوں کو بطور معبود پکڑ بیٹھا ہے؟ یقیناً میں تجھے اور تیری قوم کو کھلی کھلی گمراہی میں پاتا ہوں۔

یہ کہہ کر اللہ تعالیٰ نے بتادیا کہ حضرت ابراہیمؑ پہلے سے ہی اپنے چچا سے بحث کیا کرتے تھے اور شرک سے متنفر تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ: وَكَذَٰلِكَ نُرِيْٓ إِبْرَاهِيمَ مَلَكُوْتَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَلِيَكُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِيْنَ (الانعام: 76) اسی طرح ہم ابراہیم کو آسمانوں اور زمین کی بادشاہت (کی حقیقت) دکھاتے رہے تا کہ وہ (مزید) یقین کرنے والوں میں سے ہو جائے۔

یہاں بھی مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر عرفان کی بارش کی، ان کو آفاقی حکمتیں سکھائیں۔ چنانچہ فرمایا کہ ان کی آفاقی حکمتوں کو پانے کا انداز یہ تھا کہ ابراہیمؑ بسا اوقات اپنے رب کی ذات میں مگن ہو کر دشمن کے دلائل پر غور کیا کرتے تھے اور سوچا کرتے تھے کہ منکرین توحید کو ہدایت کیسے دی جائے اور کون سے دلائل پیش کیے جائیں۔

(خطبہ جمعہ 3/جون 1983ء مطبوعہ خطبات طاہر جلد 2 صفحہ 308-309)

پھر آپؑ نے مضبوط دلائل سوچے اور ستاروں، چاند، سورج کو معبودان باطلہ ثابت کیا۔ پھر آپؑ نے اس دلیل کو پایۂ تکمیل تک پہنچاتے ہوئے فرمایا: إِنِّيْ وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ فَطَرَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ حَنِيْفًا وَمَا أَنَاْ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ (الانعام: 80) یعنی میں تو یقیناً اپنی توجہ کو اس کی طرف ہمیشہ مائل رہتے ہوئے پھیر چکا ہوں جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور جو ہر چیز کا مالک ہے اور ستاروں اور چاند اور سورج سے ارفع اور ان کا خالق ہے اور میں مشرکوں میں سے نہیں ہوں۔

یہ آیت اللہ تعالیٰ کی توحید کے حق میں ایک ایسی مضبوط دلیل ہے کہ اسلام میں اللہ تعالیٰ نے تاقیامت مسلمانوں کے لئے لازم کر دیا کہ ہر روز کم از کم پانچ بار اس دعا سے نماز شروع کریں۔

توکل علی اللہ اور استقامت کی اعلیٰ مثالیں

قرآن کریم نے آپؑ کے آزمائشوں کا اور ان آزمائشوں میں آپؑ کی ثابت قدمی کا بھی تفصیلی ذکر کیا ہے۔ بلکہ آپؑ کی ثابت قدمی کی بناء پر ہی آج مسلمان حج کرتے ہیں اور آپؑ کی قربانی نہ صرف یاد کی جاتی ہے بلکہ آپؑ کی اتباع میں اللہ تعالیٰ نے اسلام میں ہمیشہ کے لئے صاحب استطاعت مسلمانوں کو عید الاضحیٰ کے موقعہ پر قربانی کرنے کا حکم دیا ہے۔

آپ علیہ السلام کے ابتلاؤں کا قرآن کریم ایسے ذکر کرتا ہے: وَإِذِ ابْتَلَىٰٓ إِبْرَاهِيمَ رَبُّهٗ بِكَلِمَاتٍ فَأَتَمَّهُنَّ (البقرہ:125) کہ جب ابراہیم کو اس کے رب نے بعض کلمات سے آزمایا اور اس نے ان سب کو پورا کر دیا۔

قرآن کریم نے جگہ جگہ ان ابتلاؤں کا ذکر کیا ہے۔ مثلاً جیسا کہ ذکر ہو چکا ہے، آپؑ کو تبلیغی مساعی کے دوران بہت سی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ آپؑ کی قوم جب آپؑ سے بحث کر رہی تھی کہ آپؑ نے ان کے بتوں کو معبودان باطلہ ثابت کر دیا تو آپؑ کی قوم نے کہا:

ابْنُوْا لَهٗ بُنْيَانًا فَأَلْقُوْهُ فِي الْجَحِيْمِ (الصافات:98) اس کے لئے ایک چِتا بناؤ، پھر اسے بھڑکتی ہوئی آگ میں جھونک دو۔

پس آپؑ کے لئے آگ جلائی گئی اور آپؑ کو اس میں پھینک دیا گیا۔ مگر آپؑ ہر ابتلا کے وقت اللہ تعالیٰ پر کامل توکل رکھتے۔ جب آپؑ کو آگ میں پھینکا گیا تو بشری تقاضا یہ تھا کہ آپ منت سماجت کرتے مگر آپ کے لب پر یہ الفاظ تھے کہ: حَسْبِيَ اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ (صحیح بخاری کتاب التفسیر باب 13 حدیث نمبر 4564)۔ اللہ تعالیٰ میرے لئے کافی ہے اور کیا ہی اچھا کارساز ہے۔

آپؑ کی عمر زیادہ ہو چکی تھی اور آپؑ کی کوئی اولاد نہ تھی۔ پس آپ نے دعا کی: رَبِّ هَبْ لِيْ مِنَ الصَّالِحِيْنَ (الصافات:101) اے اللہ مجھے ایک پاک بیٹا عطا کر۔ آپؑ کی دعا کے باعث اللہ تعالیٰ نے آپؑ کو ایک حلیم بیٹا عطا کیا۔ مگر وہ پیدا ہوا تو آپؑ نے اللہ تعالیٰ کے اذن اور الٰہی اشاروں کے مطابق اپنی اہلیہ اور بیٹے کو ایک بے آب و دانہ ریگستان میں چھوڑ دیا۔ آپؑ نے بغیر کسی احتجاج کے اس حکم کی تعمیل کی اور بڑی استقامت دکھاتے ہوئے دعا کی: رَبَّنَا إِنِّيْٓ أَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ بِوَادٍ غَيْرِ ذِيْ زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِيُقِيْمُوا الصَّلَاةَ فَاجْعَلْ أَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِيْٓ إِلَيْهِمْ وَارْزُقْهُمْ مِّنَ الثَّمَرَاتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُوْنَ (ابراہیم:38) اے ہمارے رب! یقیناً میں نے اپنی اولاد میں سے بعض کو ایک بے آب و گیاہ وادی میں تیرے معزز گھر کے پاس آباد کر دیا ہے۔ اے ہمارے رب! تا کہ وہ نماز قائم کریں۔ پس لوگوں کے دلوں کو ان کی طرف مائل کر دے اور انہیں پھلوں میں سے رزق عطا کر تا کہ وہ شکر کریں۔

یہ دعا در اصل آپؑ کے کامل توکل کا ہی نتیجہ تھا۔ کیونکہ یہ بظاہر خلاف عقل ہے کہ ایسی بنجر زمین میں غذا مہیا ہو۔ مگر آپؑ نیر الہام تھے۔ آپؑ نے ان کو اللہ تعالیٰ کے حوالے کیا اور یہ کامل توکل دکھایا کہ وہ آپؑ کی دعا سن لے گا۔

پھر جب آپؑ کے بیٹے حضرت اسماعیلؑ چلنے پھرنے کی عمر کو پہنچے تو آپؑ نے کہا: يَا بُنَيَّ إِنِّيْٓ أَرَىٰ فِي الْمَنَامِ أَنِّيْٓ أَذْبَحُكَ (الصافات:103) اے میرے پیارے بیٹے! میں نے ایک خواب میں دیکھا ہے کہ میں تجھے ذبح کر رہا ہوں۔ حضرت ابراہیم کا ایک ہی بیٹا تھا جو معجزانہ حالات میں پیدا ہوا مگر اللہ تعالیٰ کے حکم کی مکمل پیروی کرنے کو تیار ہو گئے۔ بچہ راضی ہو گیا تو قرآن کریم فرماتا ہے کہ: وَتَلَّهٗ لِلْجَبِيْنِ وَنَادَيْنَاهُ أَنْ يَّا إِبْرَاهِيْمُ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّؤْيَا إِنَّا كَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ إِنَّ هَٰذَا لَهُوَ الْبَلَاءُ الْمُبِيْنُ (الصافات:104-107) اور اس نے اسے پیشانی کے بل لٹا دیا۔ تب ہم نے اسے پکارا کہ اے ابراہیم! یقیناً تو اپنی رؤیا پوری کر چکا ہے (جب تو نے اپنے بچہ کو بیابان زمین میں چھوڑا تھا)۔ یقیناً اسی طرح ہم نیکی کرنے والوں کو جزا دیا کرتے ہیں۔ یقیناً یہ ایک کھلا کھلا ابتلا تھا۔

آپ پر ابتلاؤں کا ایک دور آیا اور اللہ تعالیٰ نے اتنے بڑے ابتلاؤں میں ڈالا کہ تصور سے بالا ہے۔ مگر آپؑ نے استقامت کی اعلیٰ مثالیں دکھائیں جو تاقیامت قرآن کریم میں مذکور رہیں گی۔ اللہ تعالیٰ نے آپؑ کو ضائع ہر گز نہ کیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان ابتلاؤں کی باعث فرمایا: إِنِّيْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ إِمَامًا (البقرہ:125)

میں یقیناً تجھے لوگوں کے لئے ایک عظیم امام بنانے والا ہوں۔

آپؑ کے انہی امتحانوں میں سے نہایت عمدگی سے گزرنے کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مصلح موعودؓ آیت مذکورہ بالا کی یہ تفسیر کرتے ہیں کہ:

’’اے ابراہیم! تو اپنی قوم کے لئے نبی تھا مگر چونکہ تو آزمائشوں میں ثابت قدم نکلا ہے اور تُو نے بڑی دلیری سے میرے حکم کو مانتے ہوئے اپنی بیوی اور بچے کو ایک ایسے جنگل میں جا کر بسا دیا ہے جہاں پانی کا ایک قطرہ اور گھاس کی ایک پتی تک نہ تھی اور تُو نے اپنی اور اپنے خاندان کی موت قبول کر لی ہے اس لئے میں بھی تجھے یہ انعام بخشوں گا کہ تیرا یہ واقعہ ساری دنیا کے لوگوں کے لئے قیامت تک بطور نمونہ قائم رہے گا اور جب بھی دنیا کو آزمائشوں اور امتحانوں میں ثابت قدم رہنے کا درس دیا جائے گا تو اس وقت تیرے اس واقعہ کو نمونہ کے طور پر پیش کیا جائے گا۔‘‘

(تفسیر کبیر جلد 2 صفحہ 160)

آپؑ کا مذکورہ بالا ابتلاؤں میں ثابت قدمی دکھانے کا نتیجہ بیان کرتے ہوئے حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں: ’’دیکھو! حضرت ابراہیم پر کیسا بڑا ابتلا آیا۔ اس نے اپنے ہاتھ میں چُھری لی کہ اپنے بیٹے کو ذبح کرے اور اس چُھری کو اپنے بیٹے کی گردن پر اپنی طرف سے پھیر دیا مگر آگے بکرا تھا۔ ابراہیم امتحان میں پاس ہوا اور خدا تعالیٰ نے بیٹے کو بھی بچا لیا۔ تب خدا تعالیٰ ابراہیم پر خوش ہوا کہ اس نے اپنی طرف سے کوئی فرق نہ رکھا۔ یہ خدا تعالیٰ کا فضل تھا کہ بیٹا بچ گیا ورنہ ابراہیم نے اس کو ذبح کر دیا تھا۔ اس واسطے اس کو صادق کا خطاب ملا اور توریت میں لکھا ہے کہ خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ اے ابراہیم تو آسمان کے ستاروں کی طرف نظر کر کیا تو ان کو گن سکتا ہے۔ اسی طرح تیری اولاد بھی نہ گنی جائے گی۔ تھوڑے سے وقت کی تکلیف تھی وہ تو گزر گئی۔ اس کے نتیجہ میں کس قدر انعام ملا۔ آج تمام سادات اور قریش اور یہود اور دیگر اقوام اپنے آپؑ کو ابراہیم کا فرزند کہتے ہیں۔ گھڑی دو گھڑی کی بات تھی وہ تو ختم ہو گئی اور اتنا بڑا انعام ان کو خدا تعالیٰ کی طرف سے ملا۔‘‘

(ملفوظات جلد 5 صفحہ 416تا417 اڈیشن 1988ء)

نصرت الٰہی

اللہ تعالیٰ نے آپؑ کو ہر گز بے یار و مددگار نہ چھوڑا۔ مثلاً جہاں اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ طرز کلام کا ذکر ہوا ہے وہاں نصرت الٰہی کا بھی عظیم الشان ثبوت ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے بڑی حکمت سے حضرت ابراہیمؑ کی نمرود سے بحث کا واقعہ بیان کرنے سے پہلے یہ وعدہ کیا ہے: اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ (البقرہ:258) اللہ ان لوگوں کا دوست ہے جو ایمان لائے۔ وہ ان کو اندھیروں سے نور کی طرف نکالتا ہے۔

پس اس آیت کے بعد حضرت ابراہیم کی نمرود سے بحث کا واقعہ لا کر اللہ تعالیٰ نے اس وعدے کا ثبوت بھی فراہم کر دیا کہ جب بھی میرے لوگ کسی مشکل میں ہوتے ہیں تو میں ضرور ان کے ساتھ ہوتا ہوں۔

(تفسیر کبیر جلد 2 صفحہ 594)

اسی نصرت الٰہی کا ثبوت ہمیں حضرت ابراہیمؑ کی زندگی کے بیشتر مواقعے پر بھی نظر آتا ہے۔ ایک دفعہ مخالفین نے آپؑ کو آگ میں ڈال دیا۔ مگر اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ اس وقت ہم نے کہا کہ: يَا نَارُ كُوْنِيْ بَرْدًا وَّسَلَامًا عَلَىٰٓ إِبْرَاهِيْمَ (الانبیاء:70) اے آگ! تو ٹھنڈی پڑ جا اور سلامتی بن جا ابراہیم پر۔

اس آگ کی حقیقت بیان کرتے ہوئے ایک اور موقعے پر حضرت مصلح موعودؓ نے حضرت مسیح موعودؑ کا ایک واقعہ بیان فرمایا:

’’جب دھرم پال کا یہ اعتراض آیا کہ اگر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے آگ ٹھنڈی ہوئی تھی تو دوسروں کے لئے کیوں نہ ہوئی اور اس پر حضرت خلیفہ اول کا جواب سنایا گیا کہ اس جگہ ’’نار‘‘ سے ظاہری آگ مراد نہیں بلکہ مخالفت کی آگ مراد ہے تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام نے فرمایا اس تاویل کی کیا ضرورت ہے؟ مجھے بھی خدا تعالیٰ نے ابراہیم کہا ہے۔ اگر لوگوں کی سمجھ میں یہ بات نہیں آتی کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے آگ کس طرح ٹھنڈی ہوئی تو وہ مجھے آگ میں ڈال کر دیکھ

لیں کہ آیا میں اس آگ میں سے سلامتی کے ساتھ نکل آتا ہوں یا نہیں؟''

(خطبہ جمعہ 16؍ جنوری 1959ء مطبوعہ خطبات محمود جلد 39 صفحہ 318-319)

پھر حضرت مصلح موعودؓ نے ایک موقعے پر مذکورہ بالا آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا: ''یٰنَارُ کُوْنِیْ بَرْدًا کے ایک یہ بھی معنی ہیں کہ ابراہیم ایسے مقام پر کھڑا ہوا تھا کہ ہم نے فیصلہ کر دیا تھا کہ ہماری راہ میں اس کو کوئی تکلیف نہیں پہنچے گی۔ اس کا ایمان اتنا مضبوط ہے کہ جو بھی تکلیف کوئی مخالف پہنچائے گا اسے خوشی سے قبول کرے گا اور خوش ہو گا کہ اسے خدا تعالیٰ کے لئے قربانی کرنے کا ایک اَور موقع میسر آ گیا۔ ایسے لوگوں کے لئے دوزخ ناممکن ہو جاتی ہے۔ کیونکہ جس کو تکلیف میں راحت محسوس ہونے لگ جائے اُس کو دشمن کیا تکلیف پہنچائیں گے۔ اگر خدا تعالیٰ جنت میں ڈالے گا تو وہ اس کے لئے جنت ہو گی اور اگر دشمن اسے دوزخ میں ڈالیں گے تو وہ بھی اس کے لئے جنت ہو گی۔ اگر وہ اسے کوئی دکھ دیں گے تو وہ اس کے لئے راحت کا موجب ہو گا۔ ایسے لوگوں کے لئے خدا تعالیٰ کی طرف سے جب آئے گی جنت ہی آئے گی اور لوگوں کی طرف سے جو دکھ ہوں گے وہ جنت ہی پیدا کریں گے۔ یہی لوگ ہیں جن کے ماتھوں پر فتح سوار ہوتی ہے اور یہی وہ لوگ ہوتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے فضلوں کے وارث ہوتے ہیں''

(خطبہ جمعہ 28 ستمبر 1945ء مطبوعہ خطبات محمود جلد 26 صفحہ 388-389)

ان ابتلاؤں میں اللہ تعالیٰ نے اپنی نصرت سے آپؑ کو بچائے رکھا اور قدم قدم پر آپؑ کی حمایت کی۔ آپؑ کی زندگی میں نصرت الٰہی کے نظارے بھی آپؑ کی قرب الٰہی کا کامل ثبوت ہیں۔ حضرت مسیح موعودؑ انہی نظاروں کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''ابراہیم علیہ السلام چونکہ صادق اور خدا تعالیٰ کا وفادار بندہ تھا اس لئے ہر ایک ابتلا کے وقت خدا نے اس کی مدد کی جبکہ وہ ظلم سے آگ میں ڈالا گیا خدا نے آگ کو اس کے لئے سرد کر دیا اور جب ایک بدکردار بادشاہ اس کی بیوی سے بد ارادہ رکھتا تھا تو خدا نے اس کے ان ہاتھوں پر بلا نازل کی جن کے ذریعہ سے وہ اپنے پلید ارادہ کو پورا کرنا چاہتا تھا۔ پھر جبکہ ابراہیم نے خدا کے حکم سے اپنے پیارے بیٹے کو جو اسماعیل تھا ایسی پہاڑیوں میں ڈال دیا جن میں نہ پانی نہ دانہ تھا تو خدا نے غیب سے اس کے لئے پانی اور سامانِ خوراک پیدا کر دیا۔''

(حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 52)

اوصاف کریمہ

حضرت ابراہیمؑ کے متعلق قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اِنَّ اِبۡرٰہِیۡمَ کَانَ اُمَّۃً قَانِتًا لِّلّٰہِ حَنِیۡفًا ؕ وَ لَمۡ یَکُ مِنَ الۡمُشۡرِکِیۡنَ (النحل:121) یقیناً ابراہیم (فی ذاتہٖ) ایک امت تھا جو ہمیشہ اللہ کا فرمانبردار، اسی کی طرف جھکا رہنے والا تھا اور وہ مشرکین میں سے نہیں تھا۔

اس آیت میں آپؑ کی صفات کا خاص ذکر ہے۔ حضرت مصلح موعودؓ نے تفسیر کبیر میں 6 صفات کا ذکر کیا ہے:

حضرت ابراہیمؑ معلم الخیر تھے۔ یعنی دنیا کو نیکی کی تعلیم دیتے تھے۔ وہ جامع الخیر تھے۔ آپؑ کو امّت کا لقب دے کر بتا دیا کہ ہر قسم کے اخلاق فاضلہ آپؑ میں پائے جاتے تھے۔

نہایت اعلیٰ فطرت رکھتے تھے جو زبردست نمو کی قوتیں پوشیدہ رکھتی تھی جس سے امتوں کا پیدا ہونا ممکن تھا۔

وہ قانت تھے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار تھے اور دعائیں کرنے والے تھے۔

وہ حنیف تھے۔ یعنی زبردست قوّت مقاومت رکھتے تھے اور کبھی حق کے راستہ سے دوسری طرف مائل نہ ہوتے تھے۔

وہ مشرک نہ تھے اور توحید پر کامل طور پر قائم تھے۔

(ماخوذ از تفسیر کبیر جلد 4 صفحہ 267)

پھر اللہ تعالیٰ اگلی آیت میں فرماتا ہے کہ: شَاکِرًا لِّاَنۡعُمِہٖ ؕ اِجۡتَبٰہُ وَ ہَدٰىہُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسۡتَقِیۡمٍ (النحل:122) اس کی (یعنی اللہ تعالیٰ کی) نعمتوں کا شکر کرنے والا تھا۔ اس (اللہ) نے اسے چن لیا اور اسے صراطِ مستقیم کی طرف ہدایت دی۔ حضرت ابراہیمؑ شکر گزار تھے۔ اپنی خوبیوں کو اپنی طرف ہرگز منسوب نہ کرتے تھے بلکہ ان کو اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعما سمجھتے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں چن لیا اور ہدایت کی اعلیٰ راہیں انہیں دکھا دیں۔ ان آیات میں مسلمانوں کو حضرت ابراہیمؑ کے اوصاف کریمہ اپنانے کی تلقین کی جا رہی ہے۔ چنانچہ حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم ابراہیمؑ کی طرح بنو۔ جو اوصاف ان کے ہیں، وہ اپنے اندر پیدا کرنا۔ اس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ جو سلوک ہم نے ابراہیمؑ کے ساتھ کیا تھا وہی تمہارے ساتھ کریں گے۔

(تفسیر کبیر جلد 4 صفحہ 269)

وہ سلوک کیا تھا؟ اگلی آیت میں بیان فرمایا: وَ اٰتَیۡنٰہُ فِی الدُّنۡیَا حَسَنَۃً ؕ وَ اِنَّہٗ فِی الۡاٰخِرَۃِ لَمِنَ الصّٰلِحِیۡنَ (النحل:123) ہم نے اسے دنیا میں حسنہ عطا کی اور آخرت میں وہ یقیناً صالحین میں سے ہو گا۔

آپؑ کی زندگی میں ہی آپؑ کے تخم سے تین انبیاء کی ولادت ہوئی۔ خدا تعالیٰ نے انہیں دو بیٹے دیئے۔ دونوں پاک ذات تھے اور دونوں نبی بنے۔ آپؑ کے پوتے اور پڑپوتے بھی نبی کے مقام پر فائز ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے یہ فیصلہ کر دیا کہ آنحضرت ﷺ کو بھی آپؑ ہی کی نسل میں سے مبعوث کرے گا۔ اس طرح آپ نے دنیا میں بہت اجر پایا۔

(تفسیر کبیر جلد 7 صفحہ 572)

آخر کار اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ثُمَّ اَوۡحَیۡنَاۤ اِلَیۡکَ اَنِ اتَّبِعۡ مِلَّۃَ اِبۡرٰہِیۡمَ حَنِیۡفًا ؕ وَ مَا کَانَ مِنَ الۡمُشۡرِکِیۡنَ (النحل:124) پھر ہم نے تیری طرف وحی کی کہ تُو ابراہیم حنیف کی ملت کی پیروی کر اور وہ مشرکین میں سے نہ تھا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ نے لفظ ابراہیم کے وصفی معنی ایمانداروں اور مقدسوں کا باپ بتائے ہیں۔

(حقائق الفرقان جلد 3 صفحہ 335)

پس یہاں اللہ تعالیٰ نے صاف الفاظ میں فرمایا کہ ان اوصاف کریمہ کی پیروی کرتے رہنا اور تمہیں بھی یہی انعامات نصیب ہوں گے۔

کامل فرمانبرداری

قرآن کریم نے حضرت ابراہیمؑ کی سچی اور کامل فرمانبرداری کی بھی تعریف کی ہے۔ قرآن کریم فرماتا ہے کہ: اِذۡ قَالَ لَہٗ رَبُّہٗۤ اَسۡلِمۡ ۙ قَالَ اَسۡلَمۡتُ لِرَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ (البقرہ:132) جب اللہ تعالیٰ نے ابراہیم سے کہا کہ فرمانبردار بن جا۔ تو (بے ساختہ) اس نے کہا میں تو تمام جہانوں کے رب کے لئے فرمانبردار ہو چکا ہوں۔

اس فرمانبرداری کا یہ درجہ تھا کہ گویا حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا میرا جسم اور میری روح اور میرے خیالات اور میرے ارادے سب اللہ تعالیٰ کے لئے ہی ہیں۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے لئے اپنی جان وقف کر رکھی تھی۔ حضرت مسیح موعودؑ نے حضرت ابراہیمؑ کی فرمانبرداری کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

''ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد بھی دیکھو کس قدر کثرت سے ہوئی کہ کوئی گن نہیں سکتا۔ مگر کوئی نہیں کہہ سکتا کہ ان کا خیال اَور طرف تھا بلکہ ہر حال میں خدا ہی کی طرف رجوع تھا۔ اصل اسلام اسی کا نام ہے جو ابراہیم کو بھی کہا کہ اَسۡلِمۡ جب ایسے رنگ میں ہو جاوے تو وہ شیطان اور جذباتِ نفس سے الگ ہو جاتا ہے یہاں تک کہ وہ خدا کی راہ میں جان تک کے دینے میں بھی دریغ نہ کرے۔''

(ملفوظات جلد 3 صفحہ 601 ایڈیشن 1988ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ نے حضرت ابراہیمؑ کی کامل فرمانبرداری کے اجر کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ''ایک وسطی راہ اختیار کرنا جس میں افراط تفریط نہ ہو ابراہیمی ملت ہے مومن کو یہی راہ اختیار کرنا چاہیے اور میں خدا کی قسم کھا کر شہادت دیتا ہوں کہ ابراہیمؑ کی چال اختیار کرنے سے نہ تو غریب الوطنی ستاتی ہے نہ کوئی اور حاجت۔ نہ انسان دنیا میں ذلیل ہوتا ہے نہ آخرت میں۔ چنانچہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے وَلَقَدِ اصۡطَفَیۡنٰہُ فِی الدُّنۡیَا ۚ وَ اِنَّہٗ فِی الۡاٰخِرَۃِ لَمِنَ الصّٰلِحِیۡنَ (البقرہ:131) وہ دنیا میں بھی برگزیدہ لوگوں سے تھا اور آخرت میں بھی۔

ابراہیمؑ نے جن باتوں سے یہ انعام پایا کہ دنیا و آخرت میں برگزیدہ اور اعلیٰ درجہ کا معزز انسان ہوا وہ بہت لمبی ہیں مگر اللہ تعالیٰ نے ایک ہی لفظ میں سب کو بیان کر دیا کہ: اِذۡ قَالَ لَہٗ رَبُّہٗۤ اَسۡلِمۡ ۙ قَالَ اَسۡلَمۡتُ لِرَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ (البقرہ:132) ''

(حقائق الفرقان جلد 1 صفحہ 241-242)

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں: ''صالحین بھی ہزاروں درجے کے ہیں اور شہداء بھی ہزاروں درجے کے ہیں اور صدیق بھی ہزاروں درجے کے ہیں اور نبی بھی ہزاروں درجے کے ہیں مگر حضرت ابراہیم علیہ السلام صرف نبی نہیں بلکہ ابوالانبیاء ہو جاتے ہیں اور خدا انہیں کہتا ہے اَسۡلِمۡ اور ابراہیم کہتا ہے اَسۡلَمۡتُ لِرَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ پس اس جگہ اَسۡلِمۡ سے مراد مسلمان ہونا نہیں بلکہ اَسۡلِمۡ سے مراد کامل فرمانبردار ہونا ہے۔ گویا خدا نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کہا کہ اے ابراہیم تو ہمارا کامل فرمانبردار ہو جا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا خدایا میں ہو گیا۔ یہ اَسۡلِمۡ والا مقام وہی ہے جب نفس کے اندر جذبات پیدا ہوتے ہیں وہ خدا کے لئے قربان ہو جاتے ہیں اس کے اندر سے کوئی آواز نہیں اُٹھتی۔ سب آوازوں کا اُٹھنا بند ہو جاتا ہے اور انسان اپنے رب کا کامل فرمانبردار ہو جاتا ہے۔ یہ مقام کوئی معمولی مقام نہیں ہے...''

(خطبہ جمعہ 8؍ ستمبر 1939ء مطبوعہ خطبات محمود جلد 20 صفحہ 381)

(باقی 31؍ اکتوبر کو ان شاء اللہ)

دعا کا تحفہ

نماز تہجد کی دعا

حضرت ابوسعیدؓ خدری بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ رات کو عبادت کے لئے کھڑے ہوتے تھے تو تکبیر اور ثناء کے بعد یہ دُعا پڑھتے تھے:

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ السَّمِیْعِ الْعَلِیْمِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ مِنْ ھَمْزِہٖ وَنَفْخِہٖ وَنَفْثِہٖ

(ترمذی کتاب الصلوٰۃ)

ترجمہ: مَیں اللہ کی پناہ میں آتا ہوں جو بہت سننے والا اور جاننے والا ہے۔ راندے ہوئے شیطان سے، اس کے بد خیالات سے، بد اثرات سے اور بری باتوں سے۔

(مناجات رسولؐ از خزینۃ الدعا مرتبہ علامہ ایچ ایم طارق ایڈیشن 2014ء صفحہ 70)

مرسلہ: عائشہ چوہدری۔ جرمنی

عبدالقدیر قمر

صداقتِ مسیح موعودؑ کے دو عظیم الشان معیار

سیدنا وامامنا حضرت مسیح موعود مہدی معہود مرزا غلام احمد صاحب قادیانی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سچائی اور صداقت کے ان گنت زمینی و آسمانی اور آفاقی نشان دنیا کے ہر براعظم بلکہ ہر ملک اور ہر شہر میں پھیلے ہوئے ہیں جنہیں پاک دل، پاک نظر، پاک فطرت، نگاہِ بصیرت سے دیکھ کر آسمانی نور سے اپنے قلب و نظر کو منور کرتے ہیں اور اس ماہتاب خداوندی سے فیض یاب ہوتے ہیں جو اس تاریکی کے زمانہ کا نور ہے اور جو امن اور حلم اور سلامتی کے ساتھ دنیا کی سچے خدا کی طرف رہبری کرنے کے لئے نازل ہوا ہے۔ جیسا کہ حضرت مسیح پاک علیہ السلام فرماتے ہیں:

’’اس تاریکی کے زمانہ کا نور میں ہی ہوں۔ جو شخص میری پیروی کرتا ہے وہ ان گڑھوں اور خندقوں سے بچایا جائے گا جو شیطان نے تاریکی میں چلنے والوں کے لئے تیار کئے ہیں۔ مجھے اس نے بھیجا ہے کہ تا میں امن اور حلم کے ساتھ دنیا کو سچے خدا کی طرف رہبری کروں اور اسلام میں اخلاقی حالتوں کو دوبارہ قائم کردوں اور مجھے اس نے حق کے طالبوں کی تسلّی پانے کے لئے آسمانی نشان بھی عطا فرمائے ہیں۔‘‘

(مسیح ہندوستان میں، روحانی خزائن جلد 15 صفحہ 13)

ان آسمانی نشانوں میں سے دو کا ذکر کرنا مقصود ہے جس کی سچائی کو ہر موافق و مخالف خواہ وہ عرب کا رہنے والا ہو یا عجم کا۔ یورپ کا رہنے والا ہو یا ایشیاء کا امریکہ کا رہنے والا ہو یا آسٹریلیا کا، گورا ہو یا کالا، سفید ہو یا سرخ جب چاہے آزما سکتا ہے۔ وہ نشان کیا ہیں؟

حضرت مولانا غلام رسول صاحبؓ راجیکی فرماتے ہیں:

’’سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عہد سعادت کا ذکر ہے کہ حضور اقدسؑ احمدیہ بلڈنگس لاہور میں قیام فرما تھے۔ نماز عصر مسجد میں ادا فرما کر جب حضور باہر تشریف لائے تو حضور کی معیت میں بہت سے احباب تھے یہ عاجز بھی بارگاہ اقدس میں حاضر تھا۔ آپ جب جنوبی جانب مسجد کی دیوار کے پاس پہنچے تو ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضور! مولوی ظفر علی خاں ایڈیٹر اخبار زمیندار ایک مجلس میں بطور اعتراض کے کہہ رہے تھے کہ مہدی، مسیح اور نبی، رسول ہونے کا دعویٰ تو کیا جاتا ہے لیکن صداقت کے ثبوت کے لئے کوئی نشان بھی پیش نہیں کیا جاتا۔ حضور اقدس نے یہ سن کر فرمایا کہ ہماری صداقت کو معلوم کرانے کے لئے خدا تعالیٰ نے ہزار ہا نشانات او رمعجزات دکھائے ہیں۔ طالبان ہدایت کی تسلی کے لئے ایک عظیم الشان نشان اِنِّیۡ مُعِیۡنٌ مَّنۡ اَرَادَ اِعَانَتَكَ وَاِنِّیۡ مُھِیۡنٌ مَّنۡ اَرَادَ اِھَانَتَكَ کا الہام بھی ہے یعنی یہ کہ جو شخص میری اعانت کا ارادہ کرے گا اللہ تعالیٰ اس کی اعانت کرنے والا ہو گا اور جو شخص میری اہانت کا ارادہ کرے گا اللہ تعالیٰ اس کی اہانت کرنے والا ہو گا۔ پس جو چاہے اس معیار کے رُو سے بھی میری سچائی کا کھلا کھلا نشان دیکھ لے۔

(حیات قدسی جلد 3 صفحہ 153)

سو ہر وہ شخص جو دنیا کے کسی بھی حصہ میں بسنے والا ہو یا کسی بھی مذہب سے تعلق رکھتا ہو، حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صدق و کذب کو پرکھنے کے لئے اور معیاروں کی طرف دوڑتا ہے آپؑ کی صداقت کو جانچنے کے لئے آپؑ کی یہ وحی ہی اس کے لئے بطور معیار کافی ہے۔

اب میں آپ کے سامنے چند مختلف واقعات پیش کرتا ہوں جس سے واضح ہو جائے گا کہ آپؑ کی اعانت کرنے والے کس طرح خدا تعالیٰ کے فضلوں کے وارث ہوئے اور اہانت کرنے والے اللہ تعالیٰ کے غضب کا شکار ہوئے۔

حضرت میاں عبدالعزیز صاحب المعروف مغل بیان کرتے ہیں:

’’ایک دفعہ جب کہ حضورؑ گورداسپور میں تھے۔ ظہر کی نماز پڑھ چکے تھے۔ گرمی کا موسم تھا اور دو بجے کا وقت میں حضورؑ کو پنکھا کر رہا تھا حضورؑ ایک کرسی پر تشریف فرما تھے۔ اس کرسی کے پیچھے کئی بنچ تھے کچھ لوگ ان پر بیٹھے تھے۔ کچھ چاروں طرف کھڑے تھے حلقہ باندھے ہوئے۔ حضورؑ کی کرسی کے پاس ہی چندو لال مجسٹریٹ کی میز تھی۔ اچھی بڑی میز تھی۔ پہلے حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ نے گواہی دی پھر حضرت صاحب سے اس نے پوچھا کہ آپ کا الہام ہے۔ اِنِّیۡ مُھِیۡنٌ مَّنۡ اَرَادَ اِھَانَتَكَ اگر میں آپ کی توہین کروں تو ......؟ حضور نے فرمایا۔ یہ خدا کا کلام ہے خواہ آپ بھی کریں...

اس پر خواجہ کمال الدین صاحب نے کہا یہ وہ پتھر ہے جس پر گرے گا وہ بھی چکنا چور اور جو اس پر گرے گا وہ بھی چکنا چور۔‘‘

(لاہور تاریخ احمدیت صفحہ 122)

حضرت میاں معراج دین صاحب پہلوان بیان کرتے ہیں:

’’ایک شخص پیر بخش نام کا ہوا کرتا تھا۔ رسالہ تائید الاسلام کا ایڈیٹر تھا۔ ایک دفعہ اس نے ہماری دوکان پر کہا کہ تم کہا کرتے ہو اِنِّیۡ مُھِیۡنٌ مَّنۡ اَرَادَ اِھَانَتَكَ مرزا صاحب کا الہام ہے۔ میں ایک لمبے عرصہ سے توہین کر رہا ہوں۔ مجھے کچھ نہیں ہوتا۔ شیخ عطاء اللہ صاحب نے ہمیں کہا کہ آج کی تاریخ نوٹ کر لو۔ یہ شخص پکڑا گیا ہے۔ بڑا امیر آدمی تھا۔ اس کا لڑکا حکومت افغانستان کی طرف سے ولایت میں ایک مشینری خریدنے گیا ہوا تھا کہ وہاں ہی مر گیا۔ جب اس کی وفات کی خبر پیر بخش کو پہنچی تو وہ خبر اس پر بجلی بن کر گری۔ چنانچہ اسے فالج ہو گیا اور اسی مرض میں مبتلا ہو کر وہ مر گیا۔‘‘

(لاہور تاریخ احمدیت صفحہ 253)

حضرت میاں عبدالرشید صاحب بیان کرتے ہیں:

’’ہمارے گھر کے سامنے ایک پہلوان رہا کرتا تھا۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی شان میں بہت گستاخیاں کیا کرتا تھا، کہا کرتا تھا کہ نَعُوۡذُ بِاللّٰہِ آپ کے جسم میں کیڑے پڑ گئے تھے۔ چند دن کی بات ہے۔ رات نہانے کے بعد گیلا کپڑا سکھانے کے لئے اس نے اپنے مکان کی دوسری منزل پر کھڑے ہو کر سامنے کے درخت پر کپڑا ڈالنا چاہا مگر پاؤں جو پھسلا تو دھڑام سے گلی کے فرش پر گرا۔ صبح جب میں دفتر جانے لگا تو پولیس پہنچ چکی تھی۔ جب چار بجے واپس آیا تو تفتیش مکمل ہونے کے بعد میرے سامنے اس کی لاش پر سے کپڑا اٹھایا گیا یہ دیکھ کر میری حیرت کی انتہا نہ رہی کہ سخت گرمی کا موسم ہونے کی وجہ سے سارا جسم کیڑوں سے بھرا ہوا تھا۔‘‘

(لاہور تاریخ احمدیت از شیخ عبدالقادر صفحہ 264-265)

دوالمیال ضلع چکوال کا ایک مشہور و معروف قصبہ ہے۔ جہاں جماعت احمدیہ کی کثیر تعداد رہائش پذیر ہے۔ جماعت احمدیہ کی خوبصورت مسجد بھی

ہے اور منارۃ المسیح کی طرز کا خوبصورت مینار بھی ہے۔

یہاں ایک مولوی محمد شاہ نام کا بوہڑ والی مسجد میں امام بن کر آیا۔ احمدیت کا سخت مخالف تھا اور غلیظ زبان استعمال کرتا تھا۔ بلکہ بڑے بڑے مخالف مولویوں کو بلا کر تقریریں کرواتا اور کہا کرتا تھا کہ میں احمدیت کے پودے کو دوالمیال سے اکھاڑ پھینکوں گا وہ مسلسل احمدیوں کے خلاف زہر اگلتا رہا۔ ایک عرصہ تک اللہ تعالیٰ نے اسے ڈھیل دی اور پھر خدا کے قہار کی تقدیر نے اُسے گھیر لیا اور وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہام اِنِّیۡ مُھِیۡنٌ مَّنۡ اَرَادَ اِھَانَتَكَ کا شکار ہو گیا۔ جب خدا کی پکڑ میں آیا تو پہلے اس کی بیوی نے کسی اور کے ساتھ نکاح پڑھا لیا۔ پھر اس کی بیٹی کسی کے ساتھ چلی گئی۔ اسے بوڑھ والی مسجد سے بھی نکال دیا گیا۔ وہ جو احمدیت کا پودا اکھیڑنے آیا تھا خود اس کا ستیاناس ہو گیا اور بے بسی اور بے کسی کی تصویر بنے اس دنیا سے رخصت ہو گیا اور احمدیت کا پودا جو خدا کے ہاتھ کا لگایا ہوا ہے دن دگنی رات چوگنی ترقی کر رہا ہے۔

(تاریخ احمدیت چکوال صفحہ 558)

محترم شیخ محمد صدیق صاحب بانی بیان کرتے ہیں کہ چنیوٹ کے ایک شیخ صاحب جو بچپن میں عرب چلے گئے تھے اور جوانی میں وطن واپس لوٹے وہ دارجیلنگ (جو مغربی بنگال میں کوہ ہمالیہ کا ایک خوبصورت اور صحت افزاء مقام ہے) اپنے عزیزوں سے ملنے آئے اور ان عزیزوں کی ایک لڑکی شیخ صاحب کو پسند آ گئی۔ انہوں نے سوچا کیوں نہ شادی کے لئے پیغام دے دوں۔ انہوں نے پلان بنایا کہ یہاں پر احمدیوں کے خلاف ایک پمفلٹ شائع کروں اس طرح سے میری واہ واہ ہو جائے گی تب انہوں نے ایک پمفلٹ شائع کیا اور نَعُوۡذُ بِاللّٰہِ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی شان میں گستاخانہ باتیں لکھیں۔ احمدی دوستوں کو بہت دکھ ہوا اور جن کے گھر وہ شیخ صاحب ٹھہرے ہوئے تھے ان سے شکایت کی لیکن شکایت کا انہوں نے کوئی نوٹس نہ لیا۔ احمدیوں نے اس پمفلٹ کے متعلق ڈپٹی کمشنر صاحب بہادر کی خدمت میں درخواست دی۔ صاحب بہادر نے یہ کہہ کر درخواست واپس کر دی کہ یہاں پر احمدیوں کی تعداد بہت کم ہے اور کسی قسم کے نقص عامہ کا خطرہ نہیں ہے۔ احمدی بیچارے کر بھی کیا کر سکتے تھے

سوائے اس کے کہ اپنے مولیٰ کریم کے حضور التجا کرتے اور فیصلہ اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دیتے۔ شیخ جی کی بڑی دعوتیں ہوئیں اور عرب صاحب کے نام سے بہت مشہور ہوئے اور جہاں وہ چاہتے تھے ان کی شادی ہوگئی شادی کے بعد شیخ صاحب اپنی اہلیہ کو لے کر واپس عرب چلے گئے اور خانہ کعبہ میں اپنی بیگم صاحبہ کو لے جا کر کہنے لگے قسم کھاؤ! کہ تم پاک دامن ہو۔ یہ سن کر لڑکی کا پارہ چڑھ گیا اور دونوں میں جھگڑا ہوگیا اور لڑکی نے کہا مجھے طلاق دے کر واپس دارجیلنگ میرے ماں باپ کے پاس چھوڑ آؤ۔ شیخ جی دارجیلنگ آئے اور لڑکی کو طلاق دے کر واپس چلے گئے۔ اس سے لڑکی والوں کی بہت بدنامی ہوئی اور وہ احمدیوں کے پاس آئے اور معافی مانگنے لگے۔ شیخ جی دارجیلنگ سے بے عزت ہو کر نکالے گئے واپس چنیوٹ آ رہے تھے کہ کلکتہ میں حادثہ ہوگیا وہ ایک سڑک کراس کر رہے تھے کہ اچانک ایک طرف سے بس آ گئی اور دوسری سمت سے ٹرام آ گئی اور شیخ صاحب المعروف عرب صاحب کی ایک ٹانگ بس میں اور دوسری ٹرام میں پھنس گئی اور وہ درمیان سے چیر گئے۔ سڑک پر ان کی لاش کے ٹکڑے بکھرے پڑے تھے اور کوئی ان کا ہمدرد نہیں تھا۔

اللہ اللہ! دیکھا آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی شان میں گستاخی کرنے والے کا انجام۔

اچھا نہیں ستانا پاکوں کا دل دکھانا
گستاخ ہوتے جانا اس کی جزا یہی ہے

(سعادتیں، یادوں کے آئینہ میں از ضیاء الدین حمید ضیاء صفحہ 53-54)

مولانا منور احمد خورشید صاحب لکھتے ہیں:

’’یہ ان دنوں کی بات ہے جب میں گیمبیا کے قصبہ فرافینی میں بطور مشنری متعین تھا۔ وہاں میرے ہمسایہ میں ایک گیمبین کرایہ دار رہتے تھے۔ وہ کسٹم کے محکمہ میں آفیسر تھے ان کا نام احمدو تھا۔ روزانہ ہی آتے جاتے ان سے ملاقات ہو جاتی تھی بظاہر بڑے سلجھے ہوئے آدمی لگتے تھے بطور ہمسایہ ان کے ساتھ اچھے مراسم تھے۔ جب کبھی ملاقات ہوتی بڑے تپاک سے ملتے۔ ایک روز میں کسی کام کی غرض سے ان کے پاس گیا۔ مختلف موضوعات پر باتیں ہوتی رہیں۔ اس دوران ان کے ایک مہمان نے مجھ سے جماعت کے بارہ میں کچھ سوالات کئے۔ اس پر جب میں نے اس سائل کے جوابات دینے شروع کئے تو میں نے محسوس کیا کہ احمدو کے چہرے پر ناخوشگواری کے آثار مترشح ہیں۔

تھوڑی دیر کے بعد اس احمدو نے اپنی لوکل زبان وولف میں سوال کرنے والے دوست سے بات کرنی شروع کر دی اور اسے بتایا کہ ان لوگوں سے ان مسائل پر کبھی بھی بات نہیں کرنی چاہئے یہ لوگ بڑے شاطر ہیں آپ کو بڑے آرام سے اپنی غلط بات بھی منوا لیں گے پھر اس نے اپنے ساتھی کو جماعت سے مزید متنفر کرنے کی خاطر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ذات اقدس کے خلاف پاکستانی مولویوں کی خود ساختہ ایک جھوٹی اور گندی سی بات بتانی شروع کی۔ مجھے اس شخص کے معاندانہ رویہ اور منافقانہ انداز سے سخت تکلیف ہوئی۔ میں وہاں سے واپس اپنے گھر آ گیا لیکن اس افسوسناک واقعہ کا میرے دل و دماغ پر بہت زیادہ گہرا اثر ہوا۔ اس واقعہ کے چند دن بعد وہ فرافینی سے اپنی فیملی کے پاس بانجول چلا گیا۔ اس کا طریق تھا کہ ہر مہینہ اپنی فیملی کو ملنے جایا کرتا تھا۔

اس دفعہ جب بانجول گیا تو کافی عرصہ تک وہ واپس نہ آیا۔ اس دوران اس کے باقی رفقاء کار سے ملاقات ہوتی رہی۔ تقریباً دو ماہ کے بعد واپس فرافینی آیا۔ میں نے دیکھا کہ وہ تو ہڈیوں کا ڈھانچہ بن چکا ہے۔ میرے پوچھنے پر اس نے بتایا کہ گزشتہ دنوں اپنی فیملی کو ملنے بانجول گیا ہوا تھا وہاں پر مجھے بخار ہوگیا۔ ڈاکٹر کے پاس گیا تو ڈاکٹر نے یہ بتایا ہے کہ مجھے ایڈز کی مہلک بیماری لگ گئی ہے جس کی وجہ سے میں بہت پریشان تھا۔ اس کے تھوڑے عرصہ کے بعد واپس بانجول چلا گیا اس کے بعد کبھی واپس فرافینی نہیں آ سکا اور چند ماہ کے بعد اس دنیا سے رخصت ہوگیا۔

(ارض بلال۔ میری یادیں از منور احمد خورشید صفحہ 84-85)

حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکیؓ فرماتے ہیں:

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے عہد سعادت کی بات ہے کہ خاکسار موضع سعد اللہ پور میں صداقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دلائل بیان کر رہا تھا کہ وہاں چوہدری فضل داد صاحب جو موضع چکریاں کے زمینداروں میں سے تھے۔ آ نکلے۔ ان کی طبیعت میں کبر اور تحکم کا مادہ بہت زیادہ تھا۔ مجھے مخاطب کر کے کہنے لگے۔ تو کیا مرزا مرزا کر رہا ہے۔ مرزا کے سوا تجھے کچھ سوجھتا ہی نہیں اور حضرت اقدس کی شان میں بہت سے توہین آمیز الفاظ انہوں نے استعمال کئے۔ میں نے کہا کہ آپ نے حضرت مرزا صاحب کے متعلق جو باتیں سنی ہیں وہ دشمنوں اور مخالفوں کی زبان سے سنی ہیں۔ جو حضرت مرزا صاحب سے دُور رہتے ہیں اور سوائے کورانہ تقلید کے اور کچھ نہیں جانتے۔ جس طرح یہودیوں، عیسائیوں اور ہندوؤں نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے غلط خیالات اور تصورات کی وجہ سے انکار کیا اور آپ کی ذات والا صفات پر طرح طرح کے اعتراضات کئے اور اس میں عیوب و معائب نکالے تا کوئی شخص آپ پر ایمان نہ لا سکے۔ یہی حالت ان مخالفین کی ہے۔ حضرت مرزا صاحب کے پاس نہ تلوار ہے کہ وہ لوگوں کو مرعوب کر کے ایمان لانے پر مجبور کریں اور نہ آپ کے پاس مال و منال ہے کہ طمع اور لالچ دیں۔ پس جو شخص آپ پر ایمان لاتا ہے وہ علم صحیح اور جوش و اخلاص اور حسن نیت سے ایسا کرتا ہے اور آپ کی جماعت کا دن بدن بڑھنا اور باوجود انتہائی مخالفت کے بڑھنا آپ کی صداقت اور منجانب اللہ ہونے کا ایک بین ثبوت ہے۔

یہ سن کر چوہدری فضل داد صاحب نے نہایت ہی کبر سے کہا کہ ’’تمہیں مرزا کے ذریعہ سے کون سی بزرگی اور برکت ملی ہے جو ہمیں میسر نہیں اور ہم اس سے محروم ہیں‘‘

میں نے جواباً عرض کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب مسیح موعود ظاہر ہوں گے۔ تو وہ خدا تعالیٰ کی مقدس وحی کی روشنی میں امت کے اختلافات کا فیصلہ کریں گے اور سب فرقوں میں سے سعید روحیں اور نیک دل لوگ آپ کے فیصلہ کو قبول کر کے آپ کی معیت اختیار کریں گے۔

پس آج خدا تعالیٰ کے فضل سے مسیح موعود علیہ السلام کے ظہور پر جہاں بہتر فرقے آباؤ اجداد کی کورانہ تقلید سے آسمانی فیصلے کا انکار کر رہے ہیں۔ ہمیں خدا تعالیٰ نے توفیق بخشی کہ ہم نے آسمانی فیصلہ کو قبول کیا اور امام وقت کی بیعت کر کے حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کو مانا۔ پس ہمیں حضرت مرزا صاحب پر ایمان لا کر علم صحیح اور عقائد حقہ کی نعمت حاصل ہوئی۔ اعمال صالحہ بجا لانے کی توفیق ملی۔ ہمیں آپ کے ذریعہ سے بے شمار آسمانی اور زمینی نشانات مشاہدہ کرنے کا موقعہ ملا اور خدا تعالیٰ کی ہستی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر پختہ اور کامل یقین حاصل ہوا اور سب سے بڑھ کر یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان پر عمل کر کے ہم زندہ خدا کی تجلیات کے مورد اور زندہ رسول کی برکتوں کے وارث بنے۔

چوہدری فضل داد صاحب بجائے اس کے کہ میری باتوں کو سن کر کوئی استفسار کرتے۔ اپنے پہلے فقرات کو ہی دہرانے لگے۔ چوہدری اللہ داد صاحب نے بھی ان کو سمجھایا اور بے جا کلمات کے استعمال سے روکا۔ لیکن وہ باز نہ آئے اور کہنے لگے کہ یہ ’’مرزائی میرا کیا بگاڑ سکتا ہے۔‘‘ میں نے عرض کیا کہ چوہدری صاحب! ہمارے مقتداو پیشوا اور ان کی جماعت کا مقصد بگاڑنا نہیں۔ بلکہ بنانا ہے۔ پس ہماری تو یہی خواہش ہے کہ آپ کا اور آپ کے متعلقین کا بھی کچھ نہ بگڑے۔ یہ سن کر چوہدری صاحب غضب آلود لہجے میں بولے کہ ’’ہمیں تم سے کسی قسم کا فائدہ اٹھانے کی ضرورت نہیں اور نہ ہی تمہارے مرزا سے کسی قسم کا فائدہ اٹھانے کی ضرورت ہے۔ تو نے ہمیں کیا سمجھا ہے؟ ہم کسی کے محتاج نہیں۔‘‘

میں نے عرض کیا کہ چوہدری صاحب! انسان اللہ تعالیٰ کا تو ہر وقت اور ہر آن محتاج ہے۔ بلکہ عالم موجودات کا ذرہ ذرہ اس کا محتاج ہے۔ انفسی طور پر بھی اور آفاقی طور پر بھی۔ اگر اس کے قویٰ، حواس اور اعضاء میں سے کوئی جاتا رہے یا اس میں اختلال واقع ہو جائے تو انسان اس نقصان کی تلافی محض اپنے ارادہ اور طاقت سے نہیں کر سکتا۔ اسی طرح ہوا، پانی، آگ وغیرہ کی ہر وقت انسان کو ضرورت ہے۔

یہ سن کر چوہدری فضلداد کہنے لگے۔ ’’سن او مرزائیا! میں تجھے اور تیرے مرزا کو کچھ نہیں سمجھتا۔ میری گاؤں میں بڑی جائیداد ہے اور ایک وسیع قطعہ اراضی کا مالک ہوں۔‘‘ میں نے کہا۔ کیا آپ کی جائیداد مصر کی مملکت سے بھی زیادہ ہے۔ کہنے لگے کہ اتنی تو نہ سہی۔ لیکن پھر بھی ایک گاؤں کے بہت سے حصہ کا مالک ہوں۔ میں نے کہا کہ اگر آپ دنیوی حکومت کو لگان نہ دیں تو وہ آپ کو اس اراضی سے بے دخل کر سکتی ہے تو خدائے ذوالجلال کی حکومت کیا کچھ نہیں کر سکتی۔ کیا اس کے اختیار میں نہیں کہ جس کو چاہے حکومت کے تخت پر فائز کرے اور جس کو چاہے حکومت سے بے دخل کر دے۔ اس پر چوہدری صاحب کہنے لگے کہ ’’کیا تُو اور تیرا مرزا خدا ہیں۔ جو مجھے میری مملکت سے بے دخل کر دیں گے۔‘‘

میں نے عرض کیا کہ میں اور میرے پیشوا کسی کو جائیداد سے بے دخل کرنا نہیں چاہتے۔ بلکہ ہماری یہ خواہش ہے کہ دنیوی حسنات کے ساتھ اخروی برکات بھی لوگوں کو حاصل ہوں۔ ہاں جو شخص خدا کے مقدس اور برگزیدہ ماموروں کی توہین کا ارتکاب کرتا ہے۔ وہ خدائی گرفت میں بھی آتا ہے اور حضرت مرزا صاحب کے ساتھ تو خدا تعالیٰ کا خاص وعدہ ہے۔ کہ اِنِّیْ مُهِیْنٌ مَّنْ اَرَادَ اِهَانَتَكَ یعنی جو آپ کی اہانت کا ارادہ کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کو ذلیل کرے گا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی غیرت ہے جو وہ اپنے پاک مسیح کے لئے رکھتا ہے۔

یہ سن کر چوہدری صاحب کہنے لگے۔ کہ ’’تمہیں کچھ طاقت حاصل ہے تو میرا کچھ بگاڑ کر دکھاؤ۔‘‘ میں نے عرض کیا کہ میں تو آپ کا کچھ بگاڑ نہیں سکتا لیکن اگر آپ کی یہی خواہش ہے تو اس کو پورا کرنے والی ایک ہستی ایسی ہے۔ جو اپنی حکمت اور مصلحت سے ایسا بھی کر سکتی ہے۔ اس پر چوہدری صاحب اُونچی آواز سے دشنام طرازی کرتے ہوئے اور یہ کہتے ہوئے کہ ’’اس مرزائی کافر کو میں کیا سمجھتا ہوں اور یہ کیا چیز ہے۔‘‘ وہاں سے چلے گئے۔

اللہ تعالیٰ کی عجیب قدرت ہے کہ اس اہانت آمیز گفتگو کے چند روز

بعد چوہدری صاحب مذکور لاہور گئے اور وہاں جاتے ہی ایک طوائف کے چنگل میں پھنس گئے اور اس کو طرح طرح کے سبز باغ دکھا کر اپنے گاؤں موضع چکریاں میں لے آئے۔ وہ عورت کچھ عرصہ تک وہاں رہی اور چوہدری فضل داد کی عزت و دولت برباد کر کے واپس لاہور چلی گئی۔ جو خطیر رقم اِدھر اُدھر سے اکٹھی کر کے چوہدری فضل داد نے اس عورت پر خرچ کی تھی اب اس کی واپسی کا تقاضا شروع ہوا اور ان کے خلاف مقدمہ کی صورت پیدا ہوگئی یہاں تک کہ اس ذلت آمیز حالت میں ان کو اپنے آبائی وطن سے روپوش ہونا پڑا اور وہ جائیداد جس پر ان کو بڑا ناز تھا کچھ اس ساحرہ نے لوٹ لی اور باقی مقدمات کی نذر ہوگئی غرضیکہ وہ تھوڑے ہی عرصہ میں ہر طرح کی ذلت اور نکبت کا شکار ہو گئے۔ فَاعْتَبِرُوْا يَا اُولِی الْاَبْصَار۔

(حیات قدسی حصہ چہارم صفحہ 12-15)

حضرت خلیفہ اولؓ کی عظیم الشان کرامت

حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکی فرماتے ہیں:

1912ء میں خاکسار خواجہ کمال الدین صاحب کے ساتھ ایک جلسہ میں شمولیت کے لئے آگرہ گیا ہوا تھا۔ اسی اثناء میں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ وارضاہ کی طرف سے خواجہ صاحب کے نام تار پہنچا کہ خاکسار کو فوری طور پر وہ دہلی پہنچا دیں تا کہ وہاں سے حضرت میر قاسم علی صاحبؓ کی معیت میں مونگھیر (صوبہ بہار) کے مناظرہ میں شرکت کرسکوں۔ اس مناظرہ کے لئے مرکز سے حضرت علامہ مولوی سرور شاہ صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت حافظ روشن علی صاحبؓ سیدھے مونگھیر روانہ ہو چکے تھے۔ چنانچہ خاکسار حضرت میر صاحبؓ کی معیت میں مونگھیر پہنچا۔

دہلی میں حضرت میر صاحبؓ نے حضرت کا خط دکھایا جس میں ارشاد تھا کہ دعا اور استغفار کثرت کے ساتھ کرتے جانا۔ چنانچہ خاکسار سفر کے دوران میں دعاؤں اور استغفار میں مشغول رہا۔ ابھی ہم دونوں سفر میں مونگھیر سے کچھ فاصلہ پر ہی تھے کہ مجھ پر کشفی حالت طاری ہوگئی میں نے دیکھا کہ میرا ہاتھ یکدم سفید ہوگیا ہے اور میں ایک محل پر چڑھ رہا ہوں پھر وہ حالت بدل گئی۔ مونگھیر شہر اسٹیشن پر احباب پیشوائی کے لئے موجود تھے۔ وہاں جا کر معلوم ہوا کہ ہندوستان کے اطراف و جوانب سے تقریباً ڈیڑھ سو غیر احمدی علماء جمع ہیں۔

شرائط مناظرہ

جب شرائط مناظرہ طے ہونے لگیں تو غیر احمدی علماء نے محض ضد اور شرارت سے طبعی ترتیب کو چھوڑ کر اس بات پر زور دیا کہ احمدی مناظر پہلے عربی میں وفات مسیح کے دلائل پر پرچہ لکھے اور پھر اس عربی پرچہ کو مع اردو ترجمہ اور تشریح کے حاضرین کو سنائے اس کے بعد غیر احمدی مناظر اپنا جوابی پرچہ لکھ کر سنائے۔ ان کے شدید اصرار پر آخر ہماری طرف سے یہ کہا گیا کہ اگر آپ نے اپنی بات پر بہرحال اصرار ہی کرنا ہے اور طبعی ترتیب کو ملحوظ نہیں رکھنا تو کم از کم یہ کیا جائے کہ دونوں مناظر بیک وقت عربی میں اپنا اپنا پرچہ لکھیں اور مکمل ہونے پر، ایک دوسرے کو تردید کے لئے بھی دے دیں لیکن علمائے مخالفین نے حد درجہ کی ضد دکھائی اور اس کو بھی قبول نہ کیا اور اسی بات پر اصرار کیا کہ پہلے احمدی مناظر عربی میں پرچہ لکھے اور کہا کہ اگر احمدی علماء اس شرط کو نہ مانیں گئے تو تمام شہر میں منادی کرادی جائے گی کہ احمدی لوگ فرار ہو گئے۔

ان علماء کی اس بد دیانتی اور صورت ضد سے ہمیں بہت ہی تکلیف ہوئی۔ چنانچہ ہم نے آپس میں مشورہ کیا کہ ان حالات میں کیا اقدام اٹھانا چاہئے۔ بعد مشورہ یہ طے ہوا کہ ہمیں یہ شرائط جو علماء مخالفین نے صحیح اصولوں کے خلاف محض بد دیانتی سے پیش کی ہیں مان لینی چاہئے۔ تا کہ ان کو جھوٹے طور پر بھی اپنی فتح کا نقارہ بجانے کا موقع نہ مل سکے۔ مناظرہ کی صورت میں کم از کم سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا نام اور آپ کے دعویٰ اور اس کے دلائل کے پیش کرنے کا مجھے موقع تو میسر آ جائے گا اور ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ان کے شرائط کے ہوتے ہوئے بھی اعلائے کلمۃ اللہ کی توفیق عطا فرما دے۔

احمدی مناظر کا تقرر

اب یہ سوال تھا کہ اگر عربی میں پرچہ لکھنا پڑے تو احمدیوں کی طرف سے کون مناظر پیش ہو۔ اپنے احباب کی تحریک پر میں مناظرہ کرنے کے لئے تیار ہوگیا۔

جب ہم وقت مقررہ پر میدان مناظرہ میں پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ مخلوق کا ایک اژدھام پنڈال میں جمع ہے۔ بعض کے اندازہ میں یہ مجمع 15ہزار کے قریب تھا اور بعض کے اندازہ میں اس سے بھی زیادہ تھا۔ انتظام کے لئے پولیس کے اعلیٰ افسران تک موجود تھے۔ مناظرہ کی کارروائی کے لئے پانچ صدر مقرر کئے گئے دو احمدیوں کی طرف سے اور دو غیر احمدیوں کی طرف سے اور پانچواں صدر ایک معزز ہندو تھا۔ جو شہر کا رئیس اور آنریری مجسٹریٹ بھی تھا۔

وقت مقررہ پر صدر اعظم نے مجھے پرچہ لکھنے کا حکم دیا۔ چنانچہ میں نے قلم دوات لے کر پرچہ عربی میں لکھنا شروع کیا اور خدا تعالیٰ کی دی ہوئی توفیق سے وفات مسیح کی چار پانچ آیتوں کے ساتھ ساتھ صداقت مسیح موعود علیہ السلام کے دلائل بھی لکھ دیئے۔ پھر عربی عبارت کا اردو ترجمہ اور مفہوم بھی تحریر کیا۔ وقت ختم ہونے پر خاکسار پرچہ کو سنانے کے لئے اٹھا۔ کھڑے ہوتے وقت میں نے محسوس کیا کہ کوئی چیز آسمان سے اتری ہے اور میرے وجود اور قویٰ اور حواس پر مسلط ہوگئی ہے۔ وہ روح القدس کی روحانی بجلی کا نزول تھا۔

میری آواز زیادہ بلند تھی اور نہ ہی میں خوش الحان تھا۔ لیکن اس وقت سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی برکت اور حضرت خلیفۃ المسیح الاول کی دعا و توجہ سے مجھے آسمانی تائید حاصل ہوگئی۔ میری آواز اس قدر بلند ہوئی کہ سارے مجمع میں آسانی سے سنائی دینے لگی اور مجھے خوش الحانی بھی عطا کی گئی۔ یہاں تک کہ مجھے اپنی آواز سے خود لذت اور سرور محسوس ہونے لگا اور مکرم حضرت خلیل احمد صاحب نے جب اس مناظرہ کی روئیداد شائع کی تو میری آواز کو لحن داؤدی کے نام سے ذکر کیا۔

علماء مخالفین کی ناپسندیدہ حرکات

چنانچہ خدا تعالیٰ کے فضل سے لوگوں پر میرے پرچہ اور اس کے مفہوم اور تشریح کا بہت اثر ہوا۔ میں نے ابھی پرچہ کا آٹھواں حصہ ہی پڑھا ہوگا کہ علماء مخالفین نے فتنہ انگیزی شروع کر دی اور شور مچانا شروع کر دیا اور کہنے لگے کہ یہ اپنا اثر ڈال رہا ہے اس کو صرف پرچہ پڑھ کر اس کو ختم کرنا چاہئے۔ ان کی ان بیجا حرکات کو دیکھ کر صدر اعظم نے ان کو تقریر کے دوران میں بولنے اور شور وغل ڈالنے سے منع کیا اور مجھے اپنے بیان کو جاری رکھنے کے لئے کہا۔ لیکن جب میں کچھ حصہ اور پڑھ چکا تو پھر ان دو غیر احمدی صدروں نے شور ڈالنا شروع کر دیا اسی طرح دو تین بار میری تقریر کے دوران میں غیر احمدیوں نے بیجا شور وغل مچایا تب صدر اعظم نے بہت ہی رنجیدہ ہو کر کہا کہ اگر غیر احمدی علماء اپنے اس بے جا طریق سے باز نہ آئے تو وہ مناظرہ ختم کر دیں گے اور اپنی صدارت سے مستعفی ہوجائیں گے۔ اسی دوران میں احمدی صدر حضرت میر قاسم علی صاحبؓ نے بھی نہایت قابلیت سے نظم ونسق اور پر امن طریق اختیار کرنے کی طرف توجہ دلائی اور غیر احمدی صدران کی بے جا باتوں کا قرار واقعی جواب دیا اور شرائط مناظرہ کی پابندی کی طرف توجہ دلاتے رہے۔ اس اثناء میں آٹھ نوجوان مجمع میں سے اٹھ کر جن میں سے بعض گریجویٹ اور اچھے تعلیم یافتہ تھے مجمع میں سے اٹھ کر ہی میری میز کی طرف آگے بڑھے اور جب ان سے آگے بڑھنے کی وجہ پوچھی گئی تو انہوں نے کہا کہ ان پر احمدیت کی صداقت منکشف ہوگئی ہے اور وہ اپنے احمدی ہونے کا اعلان کرنا چاہتے ہیں۔ اس پر حضرت مولوی سید سرور شاہ صاحب امیر وفد نے ان کو وہاں پر اعلان کرنے سے منع کیا اور قیام گاہ پر حاضر ہونے کا ارشاد فرمایا۔ چنانچہ وہ قیام گاہ پر آ کر مشرف با احمدیت ہوئے اور ان کی درخواست ہائے بیعت کو سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الاول کی خدمت میں بھجوا دیا گیا۔ فالحمد للہ علی ذالك

اس عظیم الشان کامیابی کے بعد جو اللہ تعالیٰ کے فضل سے سلسلہ حق کو حاصل ہوئی مجھے اپنے کشف کی تعبیر معلوم ہوئی اور سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الاول کی طرف سے جو خاص ارشاد اس حقیر خادم اور حضرت میر قاسم علی صاحبؓ کو اس موقعہ پر مونگھیر جانے کا ہوا اس کی حقیقت کا علم ہوا۔

اس موقعہ پر غیر احمدی علماء کی طرف سے میرے مقابلہ کے لئے مولوی عبد الوہاب صاحب پروفیسر عربی کلکتہ کالج جو عربی زبان کے ایک ماہر استاد تھے کو مقرر کیا گیا تھا اور مولوی محمد ابراہیم صاحب سیالکوٹی نے جو ان دنوں وہاں پہنچے ہوئے تھے تمام علماء مخالفین کو یہ بتایا ہوا تھا کہ احمدی مناظر عربی زبان سے بالکل نابلد ہیں اور اس زبان میں تحریری یا زبانی مناظرہ کرنے کی اہلیت نہیں رکھتے۔ اس وجہ سے ان کو یقین تھا کہ چونکہ احمدی علماء عربی میں مناظرہ کرنے کے لئے تیار نہ ہوں گے ہماری فتح اور کامیابی کا ڈنکہ بجے گا۔

لیکن جب سلسلہ کی طرف سے غیر احمدی علماء کی توقعات کے عین خلاف میں نے عربی پرچہ لکھ کر پڑھنا اور سنانا شروع کر دیا تو سب علماء معاندین حیران وششدر رہ گئے اور نہ مولوی صاحب عبد الوہاب کو اور نہ کسی اور عالم کو مقابلہ پر آنے کی جرأت ہوئی ہر ایک کے دل میں یہی خدشہ پیدا ہوا کہ اگر ہم سے کوئی صرفی یا نحوی غلطی ہوگئی تو سب کے سامنے سبکی ہوگی چنانچہ وہ سوائے شور وغل سے میری تقریر میں رخنہ ڈالنے کے اور کچھ نہ کر سکے۔

مولوی ابراہیم سیالکوٹی کی تذلیل

جب بڑے صدر صاحب نے جلسہ کے برخاست ہونے کا اعلان کیا تو مولوی محمد ابراہیم صاحب جو علماء مخالفین کے پیچھے تھے، ایک کرسی پر چڑھ کر نعرے بلند کرنے لگے ابھی نعرے کے پورے الفاظ ان کی زبان سے نہ نکلے تھے کہ مولوی صاحب کی کرسی ان کے اس بے ہودہ جوش کی وجہ سے الٹ پڑی اور وہ بری طرح زمین پر گرے ان کی ٹانگیں اوپر تھیں اور سر نیچے۔ پگڑی کہیں دور گری ہوئی تھی اور اس پر ستم ظریفی یہ ہوئی کہ جن لوگوں کے سامنے انہوں نے یہ غلط اطلاع دی تھی کہ قادیانی علماء عربی بالکل

نہیں جانتے، انہوں نے ان کی دروغ بیانی کے پیش نظر غصے کی حالت میں ان کو گھیر لیا اور مکوں اور لاتوں سے ان کی وہ درگت بنائی کہ الامان والحفیظ۔ الغرض مولوی صاحب کو اپنی کذب آفرینی اور تعلّی اور شیخی کا پورا پورا بدلہ ان کے اپنے لوگوں سے مل گیا۔

الغرض اللہ تعالیٰ نے اس موقع پر سلسلہ حقہ کو بہت بڑی فتح دی اس مناظرہ کی مختصر روئیداد مکرم حکیم خلیل احمد صاحب مونگھیری نے تحریر کر کے شائع کرا دی تھی۔ فالحمد للّٰہ علی ذالك

(حیات قدسی صفحہ 228-232)

مباحثہ مُدھ رانجھا

حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکیؓ فرماتے ہیں:

بارگاہ خلافت سے میرے نام ارشاد پہنچا کہ آپ مُدھ رانجھا ضلع شاہ پور میں مباحثہ کے لئے پہنچ جائیں اور راستہ میں دعا اور استغفار پر خاص طور پر زور دیں۔ چنانچہ میں لاہور سے شام کو سانگلہ ہل پہنچا۔ وہاں پر حضرت حکیم محمد صالح صاحب سیال جو نہایت ہی مخلص احمدی تھے اور اس وقت سانگلہ میں اکیلے احمدی تھے کے ہاں قیام کیا۔ وہاں رات کو مجھے ایک نسخہ خواب میں بتایا گیا کہ ارزیز کا بھنگ میں کشتہ واقع جریان اور سرعت اور مقوی اور ممہی ہے (یہ نسخہ میں نے بارہا تجربہ کیا ہے اور مفید پایا ہے) مجھے اس وقت اس کی تعبیر یہ معلوم ہوئی کہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیحؑ نے مجھے جو استغفار اور دعا کرنے کا ارشاد فرمایا ہے اور جس کی تعمیل میں راستہ میں متعدد بار کرتا آیا ہوں اس کا روحانی فائدہ اور برکت مجھے حاصل ہوگی اور میں بفضلہ تعالیٰ اپنے حریف پر مباحثہ میں غالب آؤں گا۔

چنانچہ جب میں سانگلہ سے روانہ ہو کر دریائے چناب کو بذریعہ کشتی عبور کر کے دوسری طرف پہنچا تو شیخ مولا بخش صاحب احمدی مع چند احباب کے میری انتظار میں تھے۔ وہ میری آمد سے بہت خوش ہوئے۔ انہوں نے بتایا کہ ان کے علاقہ میں مولوی شیر عالم صاحب مشہور عالم ہیں جو خاندان مخدوماں میں سے ہیں وہ بار بار احمدیوں کو مباحثہ کے لئے چیلنج دے چکے ہیں لیکن چونکہ اس علاقہ میں کوئی بڑا احمدی عالم نہیں اس لئے مرکز سے آپ کو بلوایا گیا ہے مناظرہ کا مقام موضع مذکور کی ایک مسجد قرار پایا جہاں پر گردو پیش کے دیہات سے کثرت کے ساتھ لوگ جمع ہو گئے۔

شرائط مناظرہ

مباحثہ کی شرائط یہ قرار پائیں کہ میری طرف سے صداقت دعویٰ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دلائل از روئے قرآن شریف پیش کئے جاویں اور مولوی شیر عالم صاحب ان کی تغلیط از روئے قرآن شریف بیان کریں۔ طریق یہ مقرر کیا گیا کہ دونوں مناظر پہلے اپنے اپنے موضوع بحث کو اردو میں قلمبند کر لیں اور پھر حاضرین کو اردو یا پنجابی میں مناسب تشریح کے ساتھ سنا دیں۔

چنانچہ ہم دونوں کی طرف سے پرچے لکھے گئے اور پولیس کی نگرانی اور انتظام کے ماتحت 9 بجے صبح کارروائی شروع ہوئی۔ لوگ ہزاروں کی تعداد میں مسجد اور اس کے اردگرد جمع تھے۔ مولوی شیر عالم صاحب نے فرمایا کہ پہلے مولوی غلام رسول اپنا پرچہ سنائیں گے اور ان کے بعد میں اپنا پرچہ سناؤں گا۔ ان کی غرض اپنی تقریر کو مؤخر کرنے سے یہ تھی کہ وہ بعد میں اپنا تازہ اثر قائم رکھ سکیں اور میری تقریر کے اثر کو زائل کر سکیں۔ میں ان کی اس چال کو سمجھ گیا لیکن مجبوراً ان کی یہ شرط قبول کرنی پڑی۔ میں نے اس وقت اللہ تعالیٰ کے حضور خاص طور پر نصرت الٰہی کے حصول کے لئے دعا کی۔ جس کے بعد مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے سکینت اور اطمینان حاصل ہو گیا اور مجھے دعا کرتے ہوئے خدا تعالیٰ کی طرف سے یہ بات خاص طور پر دل میں ڈالی گئی۔ کہ پرچہ پڑھنے سے پہلے خدا تعالیٰ کے حضور ان الفاظ میں دعا کر لی جائے کہ

''اے ہمارے علیم وحکیم اور قادر و متصرف خدا! اگر تیرے نزدیک میرا یہ پرچہ اور اس کا مضمون تیری رضا کے مطابق ہے تو مجھے اس کو سنانے اور سمجھانے کی توفیق عطا فرما اور حاضرین اور سامعین کو سننے سمجھنے اور حق کو قبول کرنے کی توفیق عطا فرما اور اگر یہ پرچہ تیری رضا کے خلاف ہے تو نہ ہی مجھے اس پرچے کے سنانے اور سمجھانے کی توفیق ملے اور نہ حاضرین کو سننے کی توفیق ملے۔''

نصرت الٰہی کا کرشمہ

چنانچہ میں نے اس بات کا اعلان کیا کہ چونکہ اس بحث کا تعلق دین اور ایمان سے ہے اور یہ بہت نازک معاملہ ہے اس لئے ہم دونوں مناظروں کی طرف سے مندرجہ بالا الفاظ میں دعا کی جائے اور حاضرین اس پر آمین کہیں۔ چنانچہ میں نے انہی الفاظ میں دعا کر کے (جس پر سب حاضرین نے آمین کہا) اپنا پرچہ مع تشریح کے پڑھنا شروع کیا۔ خدا تعالیٰ نے اس ناچیز اور حقیر کی روح القدس سے تائید فرمائی اور میرے قلب میں انشراح اور زبان میں خاص فصاحت و بلاغت بخشی اور میں نے صداقت مسیح موعود علیہ السلام کے دلائل کے ساتھ وفات مسیح کے دلائل بھی کھول کر بیان کر دیئے۔ میں نے 9 بجے صبح شروع کر کے ایک بجے اپنی تقریر ختم کی۔ سب حاضرین نے پوری توجہ اور دلچسپی سے میری تقریر کو سنا۔ اس کے بعد میں نے اپنی تقریر کے ختم ہونے کا اعلان کیا اور مولوی شیر عالم صاحب کو اپنا پرچہ شروع کرنے کے لئے کہا۔ جب مولوی صاحب اٹھ کر پرچہ سنانے لگے تو میں نے کہا کہ میرے پرچہ سنانے سے پہلے جس طرح دعا کر لی گئی تھی۔ انہی الفاظ میں آپ بھی حاضرین سمیت دعا کریں۔

خدا تعالیٰ کی قدرت کا عجیب کرشمہ ہے کہ جب مولوی صاحب نے مذکورہ بالا الفاظ میں دعا کے بعد پرچہ سنانا شروع کیا تو ابھی دو چار منٹ ہی ہوئے تھے کہ حاضرین کی ایک بڑی تعداد یہ کہہ کر اٹھ کر چلی گئی کہ مولوی شیر عالم صاحب جو باتیں بیان کر رہے ہیں یہ تو ہم نے پہلے بھی ان کے منہ سے کئی دفعہ سنی ہیں۔ کوئی نئی اور دلچسپ بات وہ پیش نہیں کر رہے۔ اس کے دو تین منٹ بعد لوگوں کی ایک اور بڑی تعداد اسی طرح اظہار نفرت کرتی ہوئی اٹھ کر چلی گئی۔ یہاں تک کہ ابھی گیارہ منٹ ہی گزرے تھے کہ سوائے میرے اور دو اور آدمیوں کے سب سامعین مسجد سے چلے گئے اور پولیس بھی چلی گئی۔

جناب مولوی شیر عالم صاحب یہ منظر دیکھ کر حسرت بھری آواز سے کہنے لگے کہ اب تو سب جا چکے ہیں پرچہ کس کو سناؤں۔ میں نے کہا میں تو حسب وعدہ اپنے دو ساتھیوں کے ساتھ آپ کا پورا پرچہ سننے کے لئے تیار ہوں لیکن وہ بقیہ پرچہ سنانے کے لئے تیار نہ ہوئے۔ میں نے ان کو کہا کہ کیا آپ نے حضرت مرزا صاحب علیہ السلام کی صداقت کا تازہ نشان نہیں دیکھا کہ جب دونوں پرچوں کے سنانے سے پہلے اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کی گئی تو میرا پرچہ اور تقریر جو اس کی رضا اور خوشنودی کا باعث تھی۔ اس کو سنانے اور سننے کی اللہ تعالیٰ نے خاص طور پر توفیق بخشی لیکن آپ کو اپنی تقریر نہ سنانے کا موقعہ ملا اور نہ اس کو کوئی سننے کے لئے تیار ہوا۔ کیا یہ خدا تعالیٰ کے پاک مسیح موعود کی سچائی کا تازہ نشان اور نصرت الٰہی کا زندہ ثبوت نہیں۔ سامعین اور حاضرین سب کے سب آپ کے ہم وطن اور دوست واحباء تھے اور میں ایک غریب الدیار اور اجنبی تھا لیکن خدا تعالیٰ نے لوگوں کے دلوں کو میری طرف اور میری تقریر کی طرف خاص طور پر پھیر دیا اور آپ سے اور آپ کی تقریر سے باوجود دیرینہ تعلقات و قرابت کے نفرت پیدا کر دی۔

میری ان باتوں کو سن کر مولوی شیر عالم صاحب بڑبڑاتے ہوئے وہاں سے چلے گئے لیکن قصبہ کے اندر ندامت اور شرم کی وجہ سے نہ گئے بلکہ مسجد کے جنوب کی طرف باجرہ کے کھیت میں روپوش ہوتے ہوئے گاؤں سے چلے گئے۔

وہ دن خدا تعالیٰ کی نصرت کا عجیب دن تھا جس میں سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کی صداقت، شوکت اور عظمت کا سکہ مُدھ رانجھا کے گھر گھر کے اندر بیٹھ گیا اور مولوی شیر عالم صاحب جو اپنے علم و فضل کے زعم میں احمدیوں کو للکارتے پھرتے تھے لومڑی کی طرح میدان سے بھاگ کر چھپ گئے۔ فالحمد للّٰہ علی ذالك۔

جب ہم مسجد سے نکل کر شیخ مولا بخش صاحب کے ڈیرے پر آئے تو وہاں پر آٹھ افراد جو اس نشان کو دیکھ چکے تھے بیعت کرنے کے لئے انتظار میں بیٹھے تھے انہوں نے بصد شوق اس نشان کا جو اللہ تعالیٰ نے اپنے سلسلہ حقہ کے لئے ظاہر فرمایا تھا۔ اقرار کیا اور بیعت قبول کرنے کے لئے سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ وارضاہٗ کے حضور درخواستیں بھجوائیں۔

(حیات قدسی صفحہ 30-33)

بقیہ: جنت کی کہانی ...... از صفحہ 16

جنت تو مل کر بسائی ہے۔ مسائل نرمی سے پیار سے حل ہو سکتے ہیں اور بہت حد تک درگزر سے، تمام رشتوں میں کچھ نہ کچھ رواداری لحاظ، بردباری دکھانی پڑتی ہے حتیٰ کہ اولاد کے اکرام کا بھی حکم ہے۔ میاں بیوی کا حسین رشتہ جو گھر کو جنت نظیر بنانے کی بنیاد ہے، میں ادب، لحاظ، درگزر اور چشم پوشی کی بہت ضرورت ہوتی ہے بجائے اس کے کہ مقابلہ بازی کی جائے۔ ہر ایک کا احترام ضروری ہے اور توازن پیدا کرنے کے لئے ایک دوسرے کے ساتھ نرمی کے سلوک کے حکم کو ملحوظ رکھا جانا ضروری ہے۔

قوام ہی کمزور کے حقوق کی حفاظت کر سکتا ہے اس لئے قوام کی عزت کی جانی چاہئے اور صنف نازک کے ساتھ نرمی کی جائے تو گھر جنت بن جاتے ہیں۔ دونوں ہی اپنے حق کا ناجائز فائدہ نہ اٹھائیں۔

اپنی اس ارضی جنت کی حفاظت ابن آدم اور بنت حوا دونوں پر فرض ہے۔ ہم کسی معاشرہ میں بھی رہ رہے ہوں معاشرتی رہن سہن فرق ہو سکتا ہے لیکن ایک مذہب کو ماننے والوں کی تعلیم ایک ہے اس لئے ادب احترام حقوق و فرائض ہر معاشرہ میں ایک سے ہیں، ہمیں اپنے دین کی تعلیم کو نہیں بھولنا چاہئے رشتوں کو اسی تعلیم کو مدنظر رکھ کر نبھائیں۔ صرف حقوق لینے والے نہ ہوں اپنے فرائض یعنی حقوق ادا کرنے والے بھی ہوں۔ جس گھر میں ادب احترام حقوق و فرائض کا خیال رکھا جائے وہی گھر جنت ہے۔ اس کے باسیوں کے لئے دونوں جہانوں میں جنت ہے۔ اللہ سب کو اپنی اپنی جنت میں آباد رکھے۔

درثمین احمد۔جرمنی

بزم ناصرات

خدا تعالیٰ کی محبت پانے کا ذریعہ

پیارے بچو! آج میں آپ کو ایک بہت ہی بڑے اور عظیم بزرگ کا واقعہ سنانا چاہوں گی جن کو خدا تعالیٰ نے خود بشارت دی کہ خدا تعالیٰ بھی ان سے محبت کرتا ہے۔ ہے نا! کتنی سعادت کی بات۔ اس انسان سے زیادہ خوش نصیب کون ہو گا جس کو خدا تعالیٰ اپنے پیاروں میں شمار کرے۔ مگر سوچنے کی بات یہ ہے کہ آخر وہ کون تھے؟ اور انہوں نے ایسا کیا کیا کہ خدا تعالیٰ بھی ان سے خوش ہو گیا۔ تو بچو! واقعہ کچھ یوں ہے کہ حضرت ابراہیم ادہمؒ ایران کے صوبہ بلخ کے سلطان اور عظیم المرتبت حکمران تھے۔ جنہوں نے خدا شناسی کی خاطر دنیا کی عیش وعشرت کو خیر باد کہا اور اس کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے جس نے یہ کائنات بنائی یعنی کہ خدا تعالیٰ اور اس راہ میں آپؒ نے بیشمار تکالیف اٹھائیں۔ مگر آپؒ نے تمام آزمائشوں کا سامنا بڑی ہمت سے کیا اور ہر آزمائش پر پورا اترے۔ آپؒ کی عادت تھی کہ لکڑیاں جمع کر کے ہر جمعہ کو فروخت کر دیتے اور جو کچھ ملتا اس میں سے آدھا خدا کی راہ میں دیتے اور باقی کی رقم سے روٹی خرید لیتے اور پھر نیشاپور کے قریب اس غار میں چلے جاتے جہاں آپؒ نے تقریباً نو سال گزارے اور بیان کیا جاتا ہے کہ خدا کو پانے کی چاہ میں آپؒ نے چالیس برس تک سفر کیا اور آخر مکہ مکرمہ پہنچ گئے اور حج کی سعادت پائی اور پھر آپؒ نے وہیں سکونت اختیار کر لی۔ آپؒ کے علم وعرفان کی بدولت بے پناہ لوگ آپؒ کے مرید ہوئے مگر آپؒ کی یہ حالت تھی کہ گزر بسر کی خاطر بڑی مشقت سے کبھی لکڑیاں لا کر فروخت کرتے تو کبھی کسی کھیت یا باغ کی رکھوالی کا کام کرتے۔

آپؒ بیان کرتے ہیں کہ ’’ایک مرتبہ حضرت جبرائیل کو خواب میں دیکھا کہ وہ کوئی کتاب سی بغل میں دبائے ہوئے ہیں اور میرے سوال کے جواب میں فرمایا میں اس میں اللہ تعالیٰ کے دوستوں کے نام درج کرتا رہتا ہوں۔ پھر میں نے پوچھا کیا اس میں میرا نام بھی شامل ہے۔ فرمایا کہ تمہارا شمار خدا کے دوستوں میں نہیں ہوتا۔ میں نے عرض کیا کہ میں اس کے دوستوں کا دوست ضرور ہوں۔ یہ سن کر وہ کچھ دیر ساکت رہے، پھر فرمایا کہ مجھے منجانب اللہ حکم ملا ہے کہ سب سے پہلے تمہارا نام درج کروں۔ اس کے بعد دوسروں کا، کیونکہ اس راستہ میں مایوسی کے بعد ہی امید ہوتی ہے۔‘‘ (بحوالہ تذکرۃ الاولیا صفحہ 74) تو بچو! آپ کو یہ واقعہ بتانے کی غرض یہ ہے کہ اس سے ہمیں دو سبق ملتے ہیں۔ ایک یہ کہ خدا تعالیٰ تک پہنچنے میں بہت سی مشکلات کا سامنا ہوتا ہے مگر مومن کا کام ہے کہ کوشش کرتا چلا جائے اور کبھی مایوس نہ ہو اور دوسرے یہ کہ خدا ان لوگوں سے بھی محبت کرتا ہے جو مخلوقِ خدا کی خدمت میں مصروف رہتے ہیں۔

رپورٹ: نوید احمد لیمن۔ نمائندہ الفضل آن لائن بنگلہ دیش

حفظ کلاس کے فارغ التحصیل طلباء کے لئے تقریبِ تقسیم اسناد

اللہ تعالیٰ کے فضل سے حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ہدایت کے تحت بنگلہ دیش جماعت میں حفظ کورس جاری ہے۔ خدا تعالیٰ کے خاص فضل وکرم سے جماعت احمدیہ بنگلہ دیش سے 3 حفاظ کی پہلی کھیپ گزشتہ 12/ اگست بروز جمعہ مکمل قرآن مجید حفظ کر کے فارغ التحصیل ہو کر نکلی ہے۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔ بعد جمعہ ایک مختصر تقریب میں انہیں حاضرین کے سامنے اسناد دیے گئے۔ اس بابرکت تقریب کا آغاز تلاوت قرآن کریم سے ہوا۔ تین حفاظ نے باری باری تلاوت قرآن مع ترجمہ

بنگلہ زبان پیش کی۔ بعد ازیں مکرم مولانا ناصر احمد صاحب اور حافظ نظام الدین صاحب نے مختصر باتیں کیں حفظ کلاس کے بارہ میں۔ اس کے بعد مکرم مولانا نوید احمد لیمن صاحب نے بتایا کہ کس طرح ان حفاظ کا فائنل امتحان لیا گیا۔ اس کے بعد انچارج حفظ کلاس مکرم انسان علی فقیر صاحب نے مختصر تقریر کی۔ اس کے بعد نیشنل امیر مکرم عبد الاول خان صاحب چودھری نے باقاعدہ تلاوت اور مشق کرتے رہنے کی حفاظ اور ان کے والدین کے عزت و احترام اور اعزاز کے موضوعات پر مختصر تقریر کی۔ اس تقریب کے مہمان خصوصی مکرم مولانا فیروز عالم صاحب انچارج بنگلہ ڈیسک یو کے نے حفاظ کو قیمتی نصائح کیں۔ آخر پر انعامات تقسیم کئے اور دعا کروائی۔ احباب جماعت جمعہ کے بعد بڑی دلچسپی لے کر بیٹھے اور دلی خوشی کا اظہار کرتے رہے۔ فارغ التحصیل بچے یہ ہیں: عزیزم مکرم

دین اسلام رونی صاحب، عزیزم مکرم بن یامین صاحب اور عزیزم مکرم روشن میاں صاحب۔ اس تقریب میں ان کے والدین کو بھی مدعو کیا گیا تھا۔ نئے حفاظ سے باقاعدہ تلاوت اور مشق کرتے رہنے کی تاکید کی گئی۔ احباب جماعت سے دعا کی درخواست ہے کہ خدا تعالیٰ ہمیں قرآن کی برکت سے نوازے۔ آمین۔

بقیہ: دربار خلافت...... از صفحہ 2

میں بھی آگیں لگ جاتی ہیں۔ پہلے آگ سے سب کچھ جل گیا پھر بارش ہوئی تو سیلاب میں سب کچھ بہہ گیا۔ تو یہ بھی تو آفات ہی تھیں۔ ہر ملک میں اللہ تعالیٰ دکھانے کے لیے آفات بھیجتا رہتا ہے۔ اس کے باوجود کچھ خیال نہ آئے تو کرونا سے کیا ان پر اثر ہونا ہے؟ کرونا کا تو پتہ بھی نہیں لگتا کہ کون مرا اور کون نہیں مرا۔ کتنے کیس ہوئے ہیں آپ کے ہاں آسٹریلیا میں؟ 2 ملین، 4 ملین؟ کتنے مرے ان میں سے؟ 2 ہزار، 4 ہزار، 10 ہزار؟ یہاں کرونا سے ایک آدمی فوت ہوتا ہے تو اتنا اس کا شور مچاتے ہیں کہ لگتا ہے کہ 10 ہزار فوت ہو گئے۔ خوف زیادہ پھیلا دیا۔ تو جن کو دوسری باتوں سے خوف پیدا نہیں ہونا ان کو کرونا سے کیا خوف پیدا ہونا ہے؟ ہاں اللہ تعالیٰ آزماتا ضرور رہتا ہے ان چیزوں سے۔ ہر آفت جو آتی ہے اس پر استغفار کرنا چاہیے اور اللہ کی پناہ میں آنا چاہیے۔ چاہے بارش آرہی ہو۔ تو یہ نہیں کہنا کہ ہاں ہاں بارش آ گئی بڑا فائدہ ہو گا۔ بارشیں بھی طوفان بن جاتی ہیں۔ ’’کبھی ہو کر وہ پانی ان پر اک طوفان لاتی ہے‘‘۔ تو آگ بھی، پانی بھی، ہوا بھی، آندھیاں بھی، طوفان بھی یہ ساری چیزیں جو حضرت مسیح موعودؑ نے نظم میں بیان کی ہیں، اللہ تعالیٰ نے بھی ان کو بیان کیا ہے۔ ہمیں ان چیزوں سے بچنا چاہیے اور لوگوں کو بتانا چاہیے کہ یہ اصلاح کے لیے آتی ہیں۔ اپنی اصلاح کرو۔ لوگوں کو احساس ہو نہ ہو تبلیغ کے میدان کھولنے کے لیے ہمیں موقعہ اٹھانا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ تو چپیڑیں مار رہا ہے لیکن اگر ان کو احساس ہی نہ ہو، کسی شاعر نے کہا ہے کہ

احساس مر نہ جائے تو کسی انسان کے لیے
کافی ہے ایک راہ کی ٹھوکر لگی ہوئی

باقی ایسے بے شرم ہوتے ہیں کہ جو ماریں کھانے کے بعد بھی کہتے ہیں، ’’اچھا۔ مار پڑی تھی مجھے؟‘‘ منہ سوجھا ہوتا ہے اور پوچھ دوسروں سے رہے ہوتے ہیں کہ ’’مار پڑی ہے مجھے، میرا منہ سوجھ گیا؟ تو ایسے ڈھیٹ انسان ہوں ان کی آپ نے کیا اصلاح کرنی ہے؟ یا اسے کیا احساس ہونا ہے؟ ہاں۔ جب ایسے کام ہوتے ہیں تو یہ ہمارا کام ہے کہ ہم ان کو بتائیں کہ یہ جو ہوا، یہ اس لیے ہوا کہ ہم اللہ سے دور جا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی طرف جھکیں، تاکہ ہم ان آفتوں سے بچ کر رہیں اور اس طرح ہم قریب آئیں گے۔ اگر ایک نیک آدمی طاعون کی وجہ سے فوت ہوتا ہے۔ تو وہ شہید بن جاتا ہے اور اگر ایک بد آدمی فوت ہوتا ہے تو وہ جہنمی بن جاتا ہے تو یہ چیزیں ہمیں موقعہ دے رہی ہیں کہ ہم تبلیغ کے میدان مزید کھولیں۔

DAILY ONLINE ALFAZL LONDON

www.alfazlonline.org
@alfazlonline
@alfazlonline
ONLINE EDITION
Download on the App Store
ANDROID APP ON Google play

اپنے مضامین، آرٹیکلز، نظمیں اور آراء
درج ذیل ذرائع میں سے کسی ایک پر بھجوائیں
+44 79 5161 4020
info@alfazlonline.org

ادارہ کا مضمون نویسوں، تبصرہ و مراسلہ نگاروں کے خیالات اور آراء سے متفق ہونا ضروری نہیں

سعدیہ طارق

جنت کی کہانی

کچھ عجیب سا محسوس ہوتا ہے یہ کیا کہانی ہے لیکن یہ کہانی سچی کہانی ہے اگر اس کہانی کی طرف توجہ نہ کی تو پھر شاید آئے روز ہم جنت سے دور ہوتے جائیں گے ہیں (اللہ نہ کرے ایسا ہو)

خداتعالیٰ نے دنیا میں جو پہلا رشتہ بنایا وہ میاں بیوی کا رشتہ بنایا تھا۔میاں کو کہا کہ جا تو اور تیری بیوی اپنی جنت میں رہ۔ بھیجا تو ان کو زمین پر (ارض عدن) اور کہا کہ جنت میں رہو۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ انہوں نے اپنے لئے اس زمین پر ہی جنت بنانی تھی یہ پہلا سبق تھا جو آدم کو سکھایا گیا، یعنی اگر وہ اس ارضی جنت میں کامیاب ہوا تو سماوی جنت بھی اس کے لئے مقدر ٹھہرے گی۔

اللہ تعالیٰ نے جنتان یعنی دو جنتوں کا جو ذکر کیا ہے وہ یہی دو جنتیں ہیں ایک ارضی دوسری سماوی۔

جو لوگ اس بات کو سمجھ گئے انہوں نے دونوں جنتوں کی لذت پالی لیکن جو اس حقیقت کو نہ سمجھ سکے انہوں نے اس دنیا میں تو مشکل زندگی گزاری لیکن آگے کی جنت کا کیا بنا وہ خدا ہی بہتر جانتا ہے۔

ارضی جنت ہمارے گھر ہیں یہ جنت تبھی بنے گی جب دونوں ساتھی مل کر کوشش کریں گے لیکن بعض صورتوں میں ایک ساتھی یا دونوں اپنی اس چھوٹی سی جنت کو خود ہی جہنم بنانا شروع کر دیتے ہیں۔ اگر دونوں میں سے ایک ساتھی بھی سمجھدار ہو تو بہت حد تک ممکن ہے کہ وہ جنت بچ جائے اور ایسا اسی گھر میں ممکن ہوسکتا ہے جہاں ایک دوسرے کا احترام اور حقوق کا خیال رکھا جائے۔جن گھرانوں میں بدقسمتی سے لڑائی جھگڑے، نفسیاتی مسائل ہوں اور خود کو دوسروں سے اعلیٰ سمجھنے کا سودا سمایا ہو پھر ایسے گھرانے اور اس کے مقیم جہنم کا نمونہ بن کر رہ جاتے ہیں۔(اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس سے محفوظ رکھے)

اگر ضد، انا اور خود پرستی کے ساتھ جنت میں بسنے کی خواہش ہو تو یہ تو دونوں جنتوں میں ممکن نہیں نہ اس دنیا میں نہ اگلے جہان میں۔ خدا تعالیٰ نے تو صاف کہہ دیا ہے کہ متکبر اور گھمنڈی جنت میں نہیں جائیں گے۔ جو جنت میں جانے کے قابل نہیں ٹھہرائے گئے وہ جنت بنا کیسے سکتے ہیں؟۔ خدا تعالیٰ کے کلام میں عائلی زندگی گزارنے کے طریقے درج ہیں اسی طرح رسول پاک کی زندگی ہمارے لئے مشعل راہ ہے۔

خدا تعالیٰ نے مرد کو قوام بنایا ہے اور جنت بسانے کا طریقہ بھی اسی کو سکھایا۔(حضرت آدم کو ہی کلمات سکھائے تھے) اس لئے اس جنت کو بچانے کی زیادہ ذمہ داری بھی مرد کی ہے۔ دنیا کا زیادہ تر نظام مردوں کے ہاتھ میں ہے۔ اگر باہر کی دنیا چلا سکتے ہیں تو گھر میں کیوں سکون کی فضا قائم نہیں کر سکتے۔شاید گھر میں وہ اس تحمل اور بر باری کا مظاہرہ نہیں کرتے جو وہ گھر سے باہر کرتے ہیں۔ دوسری وجہ جو معلوم ہوتی ہے کہ گھر میں میاں بیوی میں برابری کی بات آجاتی ہے جہاں برابری شروع ہو جائے وہاں مقابلہ بازی آجاتی ہے مقابلہ بازی میں ضد پیدا ہونا لازمی ہے۔ اس کے بعد معاملات خراب ہونا شروع ہو جاتے ہیں۔

بقیہ صفحہ 14 پر

فقہی کارنر

بیوہ کا نکاح

ایک شخص کا سوال حضرت اقدس (مسیح موعودؑ) کی خدمت میں پیش ہوا کہ بیوہ عورتوں کا نکاح کن صورتوں میں فرض ہے۔ اس کے نکاح کے وقت عمر، اولاد، موجودہ اسباب، نان و نفقہ کا لحاظ رکھنا چاہئے یا کہ نہیں؟ یعنی کیا بیوہ باوجود عمر زیادہ ہونے کے یا اولاد بہت ہونے کے یا کافی دولت پاس ہونے کے ہر حالت میں مجبور ہے کہ اس کا نکاح کیا جائے؟ فرمایا:

بیوہ کے نکاح کا حکم اسی طرح ہے جس طرح کہ باکرہ کے نکاح کا حکم ہے۔ چونکہ بعض قومیں بیوہ عورت کا نکاح خلاف عزت خیال کرتے ہیں اور یہ بد رسم بہت پھیلی ہوئی ہے۔ اس واسطے بیوہ کے نکاح کے واسطے حکم ہوا ہے لیکن اس کے یہ معنے نہیں کہ ہر بیوہ کا نکاح کیا جائے۔ نکاح تو اسی کا ہوگا جو نکاح کے لائق ہے اور جس کے واسطے نکاح ضروری ہے۔ بعض عورتیں بوڑھی ہو کر بیوہ ہوتی ہیں۔ بعض کے متعلق دوسرے حالات ایسے ہوتے ہیں کہ وہ نکاح کے لائق نہیں ہوتیں۔ مثلاً کسی کو ایسا مرض لاحق حال ہے کہ وہ قابل نکاح ہی نہیں یا ایک بیوہ کافی اولاد اور تعلقات کی وجہ سے ایسی حالت میں ہے کہ اس کا دل پسند ہی نہیں کرسکتا کہ وہ اب دوسرا خاوند کرے۔ ایسی صورتوں میں مجبوری نہیں کہ عورت کو خواہ مخواہ جکڑ کر خاوند کرایا جاوے۔ ہاں اس بد رسم کو مٹا دینا چاہئے کہ بیوہ عورت کو ساری عمر بغیر خاوند کے جبراً رکھا جاتا ہے۔

(بدر 10/ اکتوبر 1907ء صفحہ 11)

(مرسلہ: داؤد احمد عابد۔ استاد جامعہ احمدیہ برطانیہ)

ایک سبق آموز بات

بہانہ تراشی سے اجتناب

آپ کا کوئی بھی عمل دراصل آپ کے انتخاب کا نتیجہ ہوتا ہے جو آپ کی سوچ پر منحصر ہے۔ اس لئے اپنی سوچ کی خود ذمہ داری لینا ایک قابل قدر شخصیت کا ہی خاصہ ہوتا ہے اور ایک باعزت انسان کبھی حالات اور دوسرے کسی شخص کو اپنے کسی ناقص عمل کا ذمہ دار نہیں ٹھہراتا۔ جیسا کہ اگر صبح دیر سے اٹھنے اور کام پر تاخیر سے آنے کی عادت ہو تو بہانے بنانے کی جگہ اپنی کمزوری تسلیم کر لینا اور اس کے ٹھیک کرنے کے لئے مشورہ مانگنا بہتر ہوتا ہے۔

مرسلہ: کاشف احمد

29/اکتوبر2022ء		طلوع فجر	غروب آفتاب
مکہ مکرمہ		05:05	17:46
مدینہ منورہ	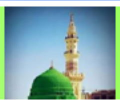	05:08	17:44
قادیان		05:20	17:42
ربوہ		05:00	17:22
اسلام آباد ٹلفورڈ	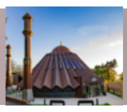	06:21	17:43